ماہنامہ افکارِ العارف لاہور

MONTHLY **AFKAR-E-AL-ARIF**
LAHORE
January 2022

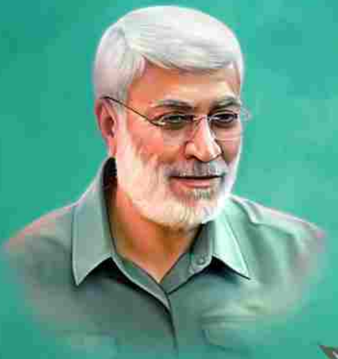

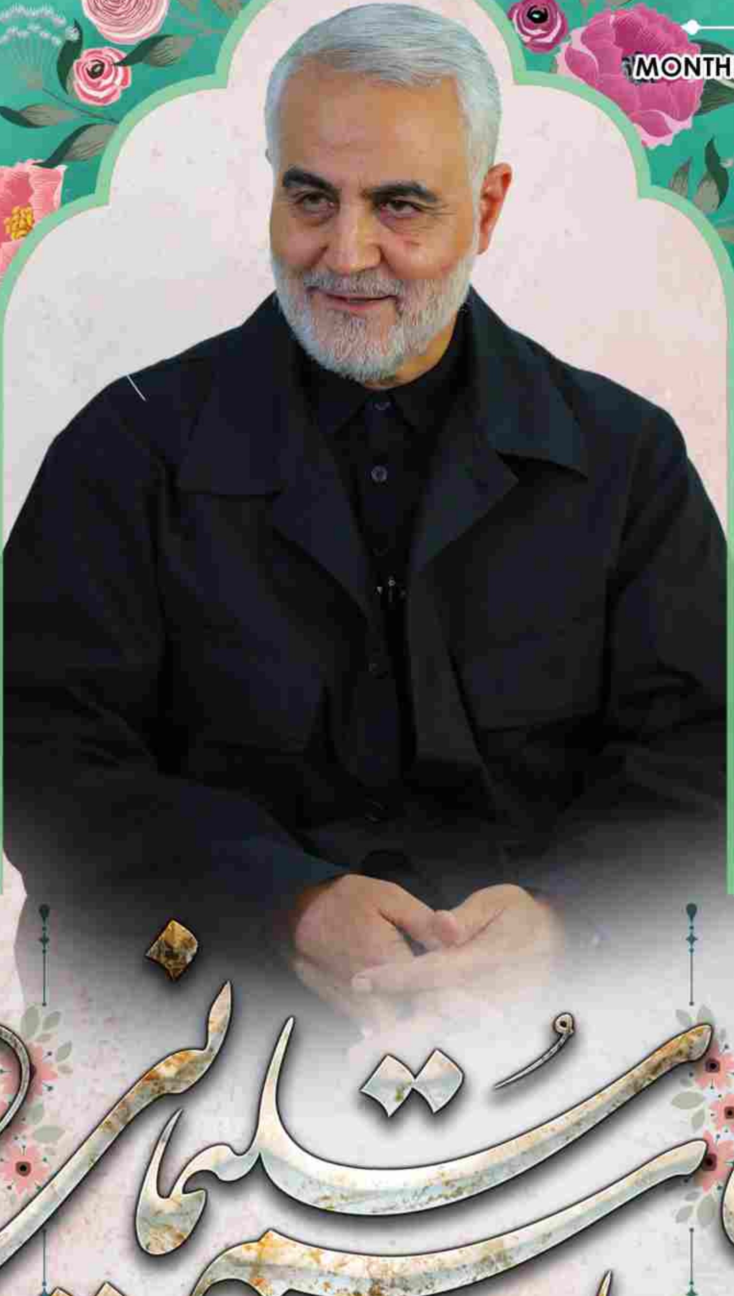

شہید حاج قاسم سلیمانی

رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظ اللہ

ہر دلعزیز حاج قاسم اور ہر دل عزیز ابو مہدی کو ایک شخص کے طور دیکھنا نہیں چاہیے، بلکہ انہیں ایک مکتب، ایک راہ اور ایک درس گاہ کے طور پر دیکھنا چاہیے۔

خمینیؒ بت شکن نے فرمایا

یہ اسلام وہی اسلام ہے جس نے ان کو انسان بنانے کی غرض سے نصف صدی میں ان تمام ملکوں کو فتح کر لیا تھا۔ اسلامی فتوحات دوسرے سلاطین کی سلطنتی فتوحات کی مانند نہیں ہے مثلاً یہ نادر شاہی فتح نہیں ہے، اسلامی طرز حکومت وہ طرز حکومت جس میں "انسانی تعمیر" کا کام ہونا ہے۔ آپ خود اسلام کے رہبروں کی زندگی اور ان کی حکومت کا طریقہ ملاحظہ کریں۔ مثلاً پیغمبر اکرمؐ جو اسلام کے سربراہ ہیں، امیر المومنینؑ جو آپؐ کے بعد اسلام کے سربراہ ہیں۔ آپ خود ان کو دیکھئے کہ ان کی کیفیت کیا تھی؟ کیا پیغمبر اکرمؐ اور امیر المومنینؑ کی حکومت آمرانہ تھی؟ وہ پیغمبرؐ جو لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان میں کون آقا ہے اور کون غلام، وہ پیغمبرؐ جو لوگوں کے ساتھ ویسے ہی بیٹھ جاتا تھا اور باہم ایک ہی ساتھ بیٹھ کر ملاقاتیں کرتا تھا جس کی بزم غلاموں اور فقیروں کی بزم تھی، جس کی زندگی فقیروں جیسی تھی، جس کے زمانے میں بیت المال عوام کی ملکیت تھا، خود کوئی تصرف نہیں کرتے تھے۔ ایک فقیر کی مانند رہتے تھے اور جب لوگوں کے ساتھ معاشرت کرتے تھے برابر کی معاشرت تھی، جب اعلان کرتے تھے تو اس انداز سے اعلان کرتے تھے کہ جس کا مجھ پر کوئی حق ہو وہ بتائے۔ ایک بھی انسان ایسا نہ نکلا جو کہتا کہ آپ نے ہم پر کوئی ظلم کیا ہے صرف ایک شخص ان میں سے اُٹھا اور جھوٹ بولا اپنی ایک خواہش پوری کرنے کیلئے اور نہ کسی نے کہا کہ جناب آپ نے میری دس شاہی (ایران کا سب سے چھوٹا سکہ) لے لیا ہے، آپ نے مجھ پر ایک ظلم کیا ہے، ایک موقع پر برا کہا ہے، عرض کروں نعوذ باللہ اس قوم کے ساتھ آپ نے کوئی خیانت نہیں کی۔ وہ شخص جس نے جھوٹ بولا کہ آپ کے مجھے فلاں جگہ مارا تھا تو وہ صرف اس لیے کہ وہ آپ کی شانے کا بوسہ لینا چاہتا ہے یعنی میں نے جھوٹ بولا تھا آپؐ نے ایسا نہیں کیا تھا۔

شہید قائد علامہ عارف حسین الحسینیؒ نے فرمایا:

تقویٰ اور سعادت انسان:

پس تقویٰ جو مولائے کائناتؑ نے فرمایا" تقویٰ تمہارے دلوں کے دردوں کی دوا اور تمہارے جسموں کی بیماریوں کا علاج ہے "یہ کسی عام شخص کی بات نہیں بلکہ اس عظیم روحانی شخصیت کی بات جو انسان کے اندرونی حالات سے آگاہ ہے۔ ان کو پتہ ہے کہ اس انسان کیلئے کون کون سی چیزیں مفید ہیں اور کون کون سی مضر ہیں۔ ہمیں اگر دنیاوی اور دینی سعادت حاصل کرنی ہے تو پھر ہمیں تقویٰ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ وہ شخص جو تقویٰ رکھتا ہے وہ اپنی کمائی پر اکتفا کرتا ہے۔ اپنے حق پر اکتفا کرتا ہے، وہ ہرگز ایسا نہیں کرتا کہ اپنے شب و روز اس فکر میں گزرے کہ میں کس طریقہ سے زیادہ کماؤں، کس کی جیب کاٹوں اور مالدار بن جاؤں۔ وہ ہر حال میں شکر ادا کرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص ہے جس کے دل میں تقویٰ نہیں ہے تو اس کا دل پریشان ہے۔ اسے سکون حاصل نہیں ہے اور ان اعصابی بیماریوں کی وجہ سے معدہ کی تکلیف ہو جاتی ہے اور پتہ نہیں اسے کون کون سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں لیکن اس کے برعکس وہ شخص جو متقی و پرہیزگار ہے ان تمام بلاؤں اور بدبختیوں سے بچا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (حضرت علیؑ)

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا

ماہنامہ افکار العارف لاہور

AFKAR-E-AL-ARIF LHR MONTHLY

جنوری 2022ء | جلد نمبر 14 | شمارہ نمبر: 01

ڈیکلریشن نمبر: PCPB-495 رجسٹرڈ نمبر: CPL-60

دامن العارف میں

نورِ ہدایت		3
احادیث وفرامین معصومینؑ		4
اداریہ (شہید قاسم سلیمانیؒ؛ مسلم اُمّہ کا درخشاں چہرہ)	ادارہ	5
خطبہ سیدہ فاطمہ؛ دربار خلافت میں	علی ناصر	9
شہید حاج سلیمانی؛ اپنے افکار و کردار کی روشنی میں	ادارہ	15
گفتار دلنشین	رہبر معظم	25
حضرت فاطمہ زہراؑ (اہل سنت کی روایات میں)	نسیم	26
شیخ نمر باقر النمر	سید نثار علی ترمذی	28
رپورٹ مجلس عاملہ	شہر یار علی	34
استعمار شناسی اور مجوزہ منصوبہ بندی	نذر حافی	36
آل سعود کا خاندانی پس منظر	محمد ساحر	41
خطے میں اسلامی مزاحمتی بلاک	ڈاکٹر سعد اللہ زارعی	43
آخری تین ماہ نے قلعی کھول دی	عابد بہشتی	45
محبین کا العارف	عباس علوی	46
سلام برابراہیم	انتخاب	48

مینیجنگ ایڈیٹر: صابر علی

ایڈیٹر: ارشاد حسین ناصر

خاتون ایڈیٹر: خواہر عظمیٰ شیرازی

لیگل ایڈوائزر: سید عون سجاد ایڈووکیٹ

مجلس ادارت

- ڈاکٹر راشد عباس سید
- ناصر عباس شیرازی
- سید نثار علی ترمذی
- اظہر حسن کرڑ
- شیخ سلمان رضا
- ایم حیدر
- یافث نوید ہاشمی

ڈیزائننگ: محمد عامر عباس

ادارے کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

بیرون ملک نمائندگان

لبنان: علی اکبر — کویت: ذوالفقار مطہری

تہران: سید اصغر کاظمی — قم المقدس: سید مدثر ترمذی

امریکہ: سجاد بلوچ — برطانیہ: چوہدری امین طاہر

اس دائرے میں کراس (X) کے نشان کا مطلب آپ کی سالانہ ممبر شپ ختم ہونا ہے

قیمت فی شمارہ 70 روپے

زرِسالانہ 750 روپے

زرِاشتراک بیرون ازملک

بھارت، ایران، سعودی عرب، ابوظہبی، کویت، امریکہ، لبنان، یو کے 25 ڈالرز

پبلشر ارشاد حسین نے بینکوئٹ پریس لاہور سے چھپوا کر 5۔ مسلم ٹاؤن موڑ وحدت روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

Afkaralarif@gmail.com

برائے رابطہ: ماہنامہ افکار العارف المصطفےٰ ہاؤس 5۔ مسلم ٹاؤن موڑ وحدت روڈ لاہور فون

0423-5912650

0333-7414294

قرآن میں قلب اور فواد

قلب معرفت کا سرچشمہ اور اس کا ذریعہ تزکیہ ہے

معرفت اور شناخت کی بحث کے دوران ہم نے ذکر کیا کہ عرفانی معنی میں قلب عقل کی شناخت کا منبع بھی ہے اور ذریعہ بھی۔

قلب الہام اور ادراک کے ایک سلسلے کا منبع ہے، جس کا ذریعہ تصفیہ اور تزکیہ ہے،۔ جیسے عقل وخرد شناخت کا منبع ہے اور اس کا ذریعہ منطقی استدلال اور عقلی قیاس ہے جو ذہن اور فکر کا عمل کہا جاتا ہے۔ مثلاان قوانین کی پہنچان کے لیے جیسے ہر معلول کے لیے ایک علت ضروری ہے یا دور اور تسلسل باطل ہے، ایک منبع کی ضرعورت ہے جو عقل وخرد ہی ہوسکتا ہے اور اس کا ذریعہ منطقی استدلال اور عقلی قیاسات ہیں۔ ٹھیک اسی طرح عرفانی معنی میں قلب کی کیفیت ہے، یعنی قلب الہام، مکاشف اور مخصوص آ گاہی کے ایک سلسلے کا منبع ہے۔ اس کا حصول دوسرے منابع سے ممکن نہیں۔ اس کا واحد ذریعہ روح اور نفس کے گرد وپیش کی پا کیز گی اور قلب کا آلودگیوں اور غیر مشروع باتوں سے تزکیہ ہے۔

مادہ پرس اس منبع اور ذریعے کے شدت سے منکر ہیں۔ ان کے برعکس مروان الہی منبع اور اس ذریعے کے وجود پر راسخ اعتقاد رکھتے ہیں۔ مادہ پرستوں کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اس منبع اور ذریعے کے معتقد ہو جائیں (جو در حقیقت الہام اور محسوسات سے خارج آ گاہی کے ایک سلسلے کا سبب ہے) تو خود بخود ان کے مکتبہ فکر کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔ وہ مادہ اور فطرت سے باہر کی دنیا کا سختی ۸ سے انکار کرتے ہیں۔ اگر وہ اس مبع اور ذریعے سے لگاؤ پیدا کرلیں اور اس کے قائل ہوجائیں تو مادہ کی اصلیت خود بخود ختم ہوجائے گی اور اس ماوراعلام کا وجود ثابت ہوجائے گا۔

☆☆☆☆☆

امام صادقؑ نے فرمایا اگر تم اسلامی معارف میں سے ایک حدیث کو اس کی علمی گہرائیوں سے سمجھ لو تو یہ اس ایک ہزار حدیث سے بہتر ہے کہ جس کو تم (صرف زبانی یاد کر کے) دوسروں کو نقل کرتے ہو اور (مکتب اہلبیتؑ) کا کوئی آدمی اس وقت تک فقیہ نہیں بن سکتا جب تک وہ ہمارے (یعنی اہلبیتؑ) کے کلام کو مختلف پہلوؤں سے نہ سمجھ لے

نماز کی منزلت واہمیت اور اہل بہشت کے درجات میں فرق

فطرت اور کمال طلبی

بیشک انسان کمال کے انتہائی درجہ تک پہنچنے کا طالب ہے اور وہ آخری درجہ خدا کا تقرب ہے۔ وہ اس مقام تک پہنچنے کیلئے ہر ممکن وسائل اور امکانات سے استفادہ کرتا ہے۔ محدود کمالات کا حاصل کرنا انسان کا ہدف و مقصد نہیں ہے، کیونکہ بلند ترین کمالات کے مقابلہ میں تمام رنگ پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ انسان اپنے مقصد کو پانے کے بعد سیر ہو جاتا ہے۔ اس چیز کے پیش نظر کہا گیا ہے ''منزل وصال عشق کا مدفن ہے''، یعنی انسان محدود حسن و کمال کا عاشق نہیں بن سکتا ہے، بلکہ وہ فطرتاً کمال مطلق کا عاشق اور خدا کا طالب ہے۔

انسان کا درد خدائی ہے۔ اگر اس کی غلطیوں کے پردے اس کی آنکھوں کے سامنے ہٹ جائیں تو وہ اپنے معشوق کو علی علیہ السلام کے مانند عاشقانہ عبادت کرنے لگے گا۔ اس لیے خداوند متعال قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (رعد ۲۸)

صرف خدا کی یاد دلوں کو سکون بخشتی ہے۔

''بذکر اللہ'' کو مقدم قرار دینا انحصار کی دلیل وعلامت ہے۔ یعنی صرف خدا ہی کی یاد دلوں کو سکون بخشتی ہے اور اسے اضطراب و پریشانی سے نجات دلا سکتی ہے۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ مال و دولت اور مقام و منزلت اسے سکون دلا سکتے ہیں، تو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ البتہ قرآن مجید ان چیزوں کو حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا ہے، لیکن کہتا ہے کہ ''یہ چیزیں انسان کے لیے خود آرام وسکون کا باعث نہیں ہیں'' بلکہ انسان تو خود ''کمال مطلق'' کا طالب ہے اور اس راہ میں تمام امکانات اور عوامل سے استفادہ کرتا ہے۔ کمال مطلق تک پہنچنے کے عوامل میں خدائے تعالیٰ کی مناجات اور مسجدوں کو زندہ کرنا بھی شامل ہے۔

پیغمبر فرماتے ہیں: مبارک ہو ان لوگوں پر جو قیامت کے دن پیش رو اور علمدار ہیں، وہ لوگوں کو بہشت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اور دوسرے لوگ بہشت تک پہنچنے کیلئے ان کے پیچھے چلتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو سحر گاہ اور اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں دوسروں کی نسبت زیادہ مسجد میں جاتے ہیں ''بالاسحار'' کو مقدم کرنا اسی لحاظ سے ہے کہ عبادت کا بہترین وقت شب اور سحر گاہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆

نئے اسلامی ہجری سال کا آغاز ہوتا ہے تو عاشقانِ اہل بیت علیہم السلام عموماً اس شعر کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

اداریہ

ہم کل بھی سردارِ صداقت کے امین تھے ہم آج بھی انکارِ حقیقت نہ کریں گے

شہید قاسم سلیمانیؒ: مسلم اُمّہ کا درخشاں چہرہ

سامان عاقبت اس تدبیر سے کریں
آغازِ سال نو غم شبیر سے کریں

اسلامی ہجری سال کا آغاز محبانِ اہل بیت علیہم السلام کیلئے غم واندوہ اور عشق وسوز کا پیغام لے آتا ہے۔ دل دکھ اور درد سے بھر جاتے ہیں۔ دیواریں سیاہ پوش ہو جاتی ہیں۔ در صرف مجالسِ عزا کے آنے جانے کے لیے کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں اور دل خون ہو جاتے ہیں۔ اور اب اسی سے ملتی جلتی کیفیت نئے عیسوی سال کے آغاز پر بھی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

توحید الٰہی میں محو اور عشقِ اہل بیت علیہم السلام سے سرشار عظیم الشان مجاہد کمانڈر حاج قاسم سلیمانیؒ کی دردناک شہادت کو دو سال گزر چکے۔ مگر مستضعفین جہاں اور مجاہدین اسلام اور اسلامی تحریکوں کے کارکنان وقائدین کے دل ابھی تک اس زخم کو تر و تازہ محسوس کر رہے ہیں۔ جیسے 1400 سال گزرنے کے بعد بھی سید الشہداءؑ کا غم دلوں میں تر و تازہ ہے؛ اسی طرح عشقِ امام علیؑ کی محبت سے سرشار ان کے اس عظیم غلام کا غم بھی مسلمانانِ عالم کے دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے۔ لیکن جیسے غم امام عالی مقام نے ان کے حقیقی چاہنے والوں میں غم واندوہ کے ساتھ ساتھ ظلم کے خلاف استقامت، جذبۂ جہاد، مظلوموں کی حمایت، انسانیت کے لیے مواخات، مستضعفین کے لیے ہمدردی اور پرچمِ توحید کی سربلندی کے لیے تن بدن میں ایک بجلی بھر دی تھی، اسی طرح ان کے اس سچے پیروکار قاسم سلیمانی کے بہی خواہوں اور ان سے محبت رکھنے والوں، مجاہدینِ اسلام کے قلوب بھی ایسے مقاصد کے حصول کے لیے مزید پرعزم ہو چکے ہیں اور یہ کوئی زبانی دعویٰ نہیں ہے بلکہ فلسطین ولبنان سے لے کر یمن وشام تک کی صورتحال سب کے سامنے واضح اور عیاں ہے۔

ہمارے اس اداریے کا عنوان ”شہید قاسم سلیمانی۔ مسلم اُمّہ کا درخشاں چہرہ“ ہے۔ یہ تعبیر نہ ہی کوئی جذباتیت ہے اور نہ ہی ہمارے ناقص ذہنوں کی اختراع بلکہ یہ تعبیر اس ہستی کی پاک زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جو کسی تعریف یا تنقیص میں ہرگز مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتی یعنی رہبر عظیم الشان آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالیٰ شہید قاسم سلیمانی کی نہ صرف مجاہدانہ زندگی بلکہ ان کا تزکیہ نفس، ان کا اخلاق، ان کی عبادت، ان کی معاشرت وان کی زندگی کا ہر ہر پہلو اسلامی اور قرآنی تعلیمات کا آئینہ دار تھا۔ وہ اگر مظلوموں، مستضعفین اور مؤمنوں کے لیے ”رحماء بینھم“ (آپس میں مہربان و ہمدرد) تھے تو ظالموں کے لیے ”اشداء علی الکفار“ (کافروں کے لیے انتہائی سخت) کافر یعنی حق کا جانتے بوجھتے انکار کرنے والے اور اس سے دشمنی رکھنے والے غرض شاید ہی کوئی پہلو ان کی زندگی کا ایسا جو الٰہی تعلیمات کا آئینہ دار نہ ہو اور جب ایسی بات ہو تو پھر حق بنتا ہے کہ شہادت کے اس عظیم مظہر کو مسلم اُمّہ کے درخشاں چہرے سے تعبیر کیا جائے۔ اور یہی چیز اس بات کا ہی باعث بنی کہ شہید قاسم سلیمانی کی سیرت و کردار، تعلیمات اور طرزِ زندگی کو رہبرِ معظم نے مکتب سلیمانی کا نام دیا۔ مکتب یعنی مدرسہ۔۔۔ ایسی فکری وروحانی عملی درس گاہ کہ جو آج کے دور میں ایک انسان کو حقیقی کامیابی، سعادت اور نجات سے ہمکنار کر سکتی ہے اور امام خمینیؒ کے اس قابلِ فخر شاگرد کی یہ عظمت ہے کہ آج کے دور میں مکتبِ امام خمینیؒ

کے بعد شہید قاسم سلیمانی کو یہ امتیاز حاصل ہوا کہ ان کا طرزِ زندگی ایک مکتب قرار پایا۔

پوری دنیا کے حقیقت جو انسانوں خصوصاً مسلمانوں اور بالاخص اہلِ ایمان و جذبہ جوانوں کے لیے شہید قاسم سلیمانی کی زندگانی درس گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ خلوص، للٰہیت اور توحید سے سرشار کی گئی عمدہ مثال، بہترین منتظم، ولایت فقیہہ کی پہچان اور اس کی اطاعت کو باعث نجات سمجھنا ظالموں کے خلاف آہنی دیوار، جرأت و بہادری میں بے مثال، مسلمانوں کے اتحاد کے لیے ہر مسلک و فرقہ سے محبت اور خلوص پر مبنی تعلیمات، دشمنوں یعنی انسانیت کے دشمنوں کے خلاف ننگی تلوار اور سب سے بڑھ کر بصیرت کی خوبی کے اعلیٰ ترین درجے سے مزیّن، دشمنوں کی سازشوں کو قبل از وقت سمجھ لینا اور پھر ان کا تدارک کرنا۔ 2000ء میں حزب اللہ کی فتح کے بعد واضح طور پر فرما دیا تھا کہ غاصب صیہونی ریاست اب بھرپور تیاری کے ساتھ دوبارہ حملہ آور ہوگی اور 2006ء میں ایسا ہی ہوا۔ انسانی تاریخ کے بدترین عفریتوں میں سے ایک یعنی داعش کے منظرِ عام پر آنے سے پہلے ہی اس کی آمد کا اندازہ لگا چکے تھے۔

داعش کے عراق و شام میں کارروائیوں کے دوران جب کرد قائدین چین کی بانسری بجا رہے تھے اور داعش کو صرف عراقیوں کے لیے خطرہ سمجھ کر ان کی مدد نہ کر کے بے حسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شہید قاسم سلیمانی نے انہیں متنبّہ کیا کہ عنقریب داعش تمہارا رخ کرے گی اور اس وقت میں تمہاری مدد کرنے سے دریغ نہیں کروں گا اور کچھ ہی دنوں میں بعینہٖ ایسا ہی ہوا اور شہید قاسم سلیمانیؒ نے کرد قائدین کے خودغرضانہ رویئے کو بھلا کر چشم زدن میں ان کی مدد کے لیے بنفس نفیس پہنچے اور اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ داعشیوں کا محاصرہ بھی توڑا اور پھر ان کا راستہ بھی روکا۔ محنت اور جانفشانی میں ایسے بے مثال تھے کہ ان کے قریبی ساتھی اور جن لوگوں کے ساتھ کام کرتے تھے وہ تہران رہ جاتے تھے۔ تصنع، بناوٹ، پروٹوکول اور جرنیلوں کے امتیازات سے یکسر بیزار۔ انتہائی اگلے اور خطرناک ترین محاذوں پر بنفس نفیس پہنچتے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ کبھی اپنے جونیئرز کو ''جا کے کرو'' نہیں کہتے تھے بلکہ ان کے قول و فعل میں ''آؤ یہ کریں'' شامل تھا۔ ہر کام میں خود پہل کرتے تھے۔

شہداء اور ان کے خانوادوں کی بہت تکریم کرتے اور خود شہادت کے ایسے مشتاق تھے جیسے پیاسے کو پانی چاہیے ہوتا ہے۔ اپنے وصیت نامہ میں بھی پروردگار سے اصرار کے ساتھ شہادت طلب کرتے ہیں۔

ولایت فقیہہ کی پیروی ایک عام کارکن کی طرح کرتے نہ کہ ایک انتہائی سینئرز اور تجربہ کار فوجی جرنیل کی مانند۔ اپنی رائے، رہبرِ معظم کی رائے کے متامل پیش کرتے۔ شہادت سے چند ماہ قبل ایک انٹرویو میں انہوں نے رہبرِ معظم سے متعلق کچھ یوں فرمایا۔

''یہاں پر میں ایک بات کرتا چلوں، میں رہبرِ معظم کی سربراہی میں تقریباً 20 سال سے کام کر رہا ہوں۔ یہ میرا ایمان ہے اور میں اپنے دوستوں سے یہ بیان بھی کرتا ہوں کہ میں نے زہد و تقویٰ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی حکمت بھری زبان، دل اور عقل کو ہمیشہ ہی ان کی باتوں میں دیکھا ہے۔ لہٰذا جب بھی وہ کسی بات کا عندیہ دیتے ہیں، تو میں مطمئن ہو جاتا ہوں کہ اس امر میں کوئی نہ کوئی راز پنہاں ہے۔ وہ جب بھی کسی امر میں یقین رکھتے ہوں تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں مقصد حاصل ہو جائے گا''۔

اسی انٹرویو میں دوسری جگہ قائدِ مقاومت سید حسن نصر اللہ کے رہبرِ معظم سے تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں۔

''سید حسن نصر اللہ میں ایک خصوصیت ہے کہ جسے ہمیں ان سے سیکھنا چاہیے۔ وہ ولایت شناسی میں واقعاً ہم سے زیادہ با معرفت ہیں۔ وہ رہبرِ معظم کے کلام کی نسبت انتہائی سنجیدہ ہوتے ہیں۔ وہ اس کلام کو ایک غیبی ہدایت تصور کرتے ہیں اور اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ان کے بیان رہبر کی جانب سے آنے والے ہر کلام کو انتہائی سنجیدگی سے سن کر منصوبہ بندی کی جاتی ہے''۔

امام خمینی اور انقلاب اسلامی کے متعلق فرمایا۔

''ان (امام خمینیؒ) کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے پہلے اسلام کو ایران کا پشت پناہ بنایا اور پھر انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد ایران کو اسلام کے لیے پیش کر دیا''۔

جیسے امام خمینیؒ نے ایرانِ اسلامی کو اسلام کے لیے پیش کر دیا اسی طرح حاج قاسم سلیمانی نے اپنی ذات اور اپنی جان کو اسلام کے لیے وقف اور پیش کر دیا ہوا تھا۔

انقلاب اسلامی ایران کو، اسلامی ملتوں اور تحریکوں کے لیے ''حرم'' قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدانخواستہ یہ حرم ویران ہو گیا تو باقی سب کچھ بھی ختم ہو جائے گا۔

فلسطین سے لے کر افغانستان تک، یمن سے عراق اور شام تک سب مظلوموں کا درد محسوس کرتے تھے۔ استعمار و استکبار کے خلاف برسرِ پیکار قوتوں کے ساتھ ہمکاری کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مسلک و مکتب سے ہو۔

ان کے تشیع جنازہ کے موقع پر حماس کے سرکردہ رہنماء، اسماعیل ہنیہ نے تین مرتبہ تکرار کر کے انہیں شہید القدس قرار دیا۔ حتیٰ افغانستان کے طالبان نے بھی ان کی شہادت پر تحریری بیان جاری کیا۔ جس میں انہیں ''شہید بزرگ'' کے خطاب سے نوازا۔

دشمنانِ دین (امریکہ) کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ تمہارے مقابلے میں مردِ میدان ہم ہیں۔

اپنا تعارف ''ملت امام حسینؑ'' کے طور پر کراتے تھے۔

اسلامی تحریکوں، ان کے قائدین اور ان تحریکوں کے کارکنوں کو شہید قاسم سلیمانی کی حیات مبارکہ سے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان نے ان کی شہادت کی نسبت سے ماہ جنوری کے پہلے ہفتہ کو ''ہفتہ تکریم شہدا'' کے طور پر منانے کا اعلان کیا ہے۔ یہ بہت اچھا اقدام ہے۔ رہبرِ معظم اور خود قاسم سلیمانی شہید کی تاکیدات میں شہداء کی یادآوری کی بہت تاکید ہے۔ اور قاسم سلیمانی تو سردارِ شہداء ہیں۔ شہید قاسم سلیمانی کے حوالے سے کافی سارا تحریری اور ویڈیو مواد آ چکا ہے اور یقیناً اس میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا۔ تنظیم کے قائدین کو چاہیے کہ وہ خود بھی قاسم سلیمانی کی شخصیت سے آگاہی حاصل کریں جس کا ایک انتہائی اہم نکتہ رہبرِ معظم کی اطاعت اور بالخصوص ان کے فرمودات کی بنیاد پر منصوبہ بندی کرنا ہے۔ آئی ایس او پاکستان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنی پچاس سالہ تاریخ خصوصاً انقلاب اسلامی کے بعد ولایت فقیہہ کی مخلص پیروکار رہی ہے۔ اس کے یہ طرۂ امتیاز قائم رہنا چاہیے بلکہ اس میں مزید بہتری آنی چاہیے۔ اسی طرح پاکستان و دنیا کی دیگر اسلامی تنظیموں اور تحریکوں کو بھی شہید قاسم سلیمانیؒ کی زندگی اور بصیرت کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ اسی میں کامیابی کا راز مضمر ہے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

اس موقع پر شہید قاسم سلیمانیؒ کے ساتھ شہید ہونے والے حشد الشعبی کے سربراہ ابو مہدی مہندس (انجینئرؒ) و دیگر ساتھیوں کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ شہید ابو مہدی مہندس کی عظمت اور تعارف بس یہی بات کافی ہے کہ رہبرِ معظم نے ان سے فرمایا کہ میں ہر رات آپ کا نام لے کر آپ کے لیے دعا کرتا ہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان پاکیزہ شہداء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امام زماں عجل اللہ فرجہ کے ظہور کی زمینہ سازی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

جارح سعودی اتحاد کی یمنیوں پر ظلم کی داستان اور مزاحمت کا کردار

یمن کے مظلوم و بے آسرا پسے ہوءے عوام پر جارح سعودی اتحاد کے جنگی طیاروں گذشتہ چھ برس سے مسلسل ظلم کی داستاں رقم کر رہے ہیں، یمنی مجاہدین جو اپنے وطن اور سرزمینکا دفاع کرنے میں مشغول ہیں پنی تمام تر بے سرسامانی کے باوجود آل سعود اوران کے کراءے کے فوجیوں کوناکوں چنے چبوارہے ہیں، دنیا کی جدید ترین وساءیل سے لیس ہونے کے باوجود کراءے کی فوج یمنیوں کو جھکانے میں ناکام رہی ہے یمنی مزاحمت نے جوتاریخ رقم کی ہے دنیااس پہ حیران وپریشان ہے،فتوحات کا سلسلہ اورآل سعود کا جانی ومالی نقصان کئی ایک فوٹیجز میں بہت نمایاں دیکھا جاسکتا ہے، البتہ آل سعود کا تمام تر زور فضائی برتری کی شکل میں سامنے آتا ہے جس میں اس کے کرائے کے پائیلٹ بے گناہ عوام جو اقوام متڈہ کی پابندیوں، آل سعود کے محاصرے سے پہلے ہی بے حال ہیں، جنہیں دوائیں میسر نہیں، جن کوخوراک اور بچوں کو دوائیں میسر نہیں انہی بے خانماں اور برباد یمنیوں کوسعودی طیارے کارپٹ بمباری کرکے اپنی فتح کا جشن مناتے ہیں، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا یہ جان چکی ہے کہ کرائے کی افواج اور جدید اسلحہ سے جنگ نہیں جیتی جاسکتی ناکسی کومحکوم بنایا جاسکتا ہے،، آل سعود نے حالیہ دنوں میں بھی صوبہ مآرب کے الجوبہ اورصرواح اضلاع کوحملوں کا نشانہ بنایا ہے۔المسیرہ ٹی وی کی رپورٹ کے مطابق جارح سعودی اتحاد کے بمبار طیاروں نے صوبہ تعز پر 6 بار صوبہ شبوہ پر 5 بار صوبہ بیضا اور صوبہ الجوف پر ایک ایک بار بمباری کی ہے۔ جارح سعودی اتحاد نے صوبہ شبوہ پر اپنے ہی فوجیوں کے اڈوں پر غلطی سے فضائی حملہ کردیا جس کے نتیجے میں 5 فوجی ہلاک اور 6 دیگر زخمی ہوگئے ہیں۔ذرائع کا کہنا ہے کہ اس حملے میں سعودی اتحاد سے وابستہ عناصر کا ہیڈکوارٹر پوری طرح تباہ ہوگیا ہے۔یہ ایسی حالت میں ہے کہ شبوہ کا کنٹرول متحدہ عرب امارات سے وابستہ عناصر کے ہاتھ میں ہے اوراس وقت وہ ریاض حکومت سے وابستہ عناصر کو باہر نکال رہے ہیں۔دریں اثنا یمنی ذرائع نے صوبہ شبوہ میں متحدہ امارات کے زرخرید ایجنٹوں کے اڈوں پر میزائلی حملے اوراس میں 22 افراد کے ہلاک اور زخمی ہونے کی خبردی ہے۔المیادین ٹی وی کی رپورٹ کے مطابق یمنی ذرائع نے اعلان کیا ہے کہ صوبہ شبوہ کے شمال مغرب میں واقع خمومہ کیمپ میزائلی حملے کا نشانہ بنا ہے۔یمنی ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ حملہ، سعودی عرب کے زرخرید جنگجوؤں سے متحدہ عرب امارات سے وابستہ الویہ العمالقہ گروہ کے قبضے میں آنے کے کچھ گھنٹوں بعد ہی کیا گیا۔ان حملوں میں متحدہ عرب امارات کے 20 سے زیادہ زرخرید عناصر ہلاک وزخمی ہوئے ہیں۔ان حملوں کے بعد قوات المقالقہ نامی گروہ نے اس صوبے میں بھاری جنگی ساز وسامان بھیجے ہیں تاکہ صورت حال کواپنے کنٹرول میں لے۔رپورٹ کے مطابق جارح سعودی اتحاد کے جنگی طیاروں نے عسیلان اور بیجان شہروں پر 10 بار سے زیادہ بار بمباری کی ہے۔یہ ایسی حالت میں ہے کہ یمنی افواج نے ابھی حال میں شمال مشرقی یمن میں واقع الیتمہ اور سعودی عرب کے نجران سرحدی علاقے میں 5 فوجی کیمپوں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے۔یمنی فوج نے صوبہ شبوہ کے زیادہ تر حصوں اور مآرب کے جنوب مشرقی علاقے میں واقع حریب بیجان اور العبدیہ علاقوں کو پوری طرح آزاد کرالیا ہے۔یمنی فوج نے ملک کے مشرقی علاقے میں ربیع النصر نامی اس آپریشن میں 3200 کیلومیٹر سے زیادہ کا علاقہ آزاد کرایا ہے۔یاد رہے کہ سعودی عرب امریکہ، متحدہ عرب امارات اور چند دیگر ممالک کی مدد سے مارچ 2015 سے یمن پر جارحانہ حملوں کے ساتھ ہی اس ملک کا بری، بحری اور فضائی محاصرہ کئیے ہوئے ہے۔جارح سعودی اتحاد کے حملوں میں اب تک لاکھوں یمنی شہری شہید اور زخمی ہوچکے ہیں جبکہ 40 لاکھ سے زیادہ افراد بے گھر ہوچکے ہیں، اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی ادارے اپنی منافقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سعودی مظالم پہ مجرمانہ خاموشی اختیار کیئے ہوئے۔

□□□□□

خطبہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا دربارِ خلافت میں

از: علی ناصر

میں خدا کی نعمتوں پر اس کی ستائش کرتی ہوں اور اس کی توفیقات پر شکر ادا کرتی ہوں اس کی بے شمار نعمتوں پر اس کی حمد وثنا بجالاتی ہوں وہ نعمتیں جن کی کوئی انتہا نہیں اور ان کی تلافی اور تدارک نہیں کیا جاسکتا، ان کی انتہا کا تصور کرنا ممکن بھی نہیں، خدا ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کو جانیں اور ان کا شکر ادا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ مقامی نعمتوں کو اور زیادہ کرے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسکا کوئی شریک نہیں، توحید وہ کلمہ کہ اخلاص کو اس کی روح اور حقیقت قرار دیا گیا ہے اور دل میں اس کی گواہی دے تاکہ اس سے نظر وفکر روشن ہو، وہ خدا کہ جس کو آنکھ کے ذریعے دیکھا نہیں جاسکتا اور زبان کے ذریعے اس کی وصف اور توصیف نہیں کی جاسکتی وہ کس طرح کا ہے یہ وہم نہیں آسکتا۔ عالم کو عدم سے پیدا کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے میں وہ محتاج نہ تھا اپنی مشیئت کے مطابق خلق کیا ہے۔ جہان کے پیدا کرنے میں اسے اپنے کسی فائدے کے حاصل کرنے کا قصد نہ تھا۔ جہان کو پیدا کیا تاکہ اپنی حکمت اور علم کو ثابت کرے اور اپنی اطاعت کی یاد دہانی کرے، اور اپنی قدرت کا اظہار کرے، اور بندوں کو عبادت کے لئے برانگیختہ کرے، اور اپنی دعوت کو وسعت دے، اپنی اطاعت کے لئے جزاء مقرر کی اور نافرمانی کے لئے سزا معین فرمائی۔ تا کہ اپنے بندوں کو عذاب سے نجات دے اور بہشت کی طرف لے جائے۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد محمدؐ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں پیغمبری کے لئے بھیجنے سے پہلے اللہ نے ان کو چنا اور قبل اس کے کہ اسے پیدا کرے ان کا نام محمدؐ رکھا اور بعثت سے پہلے ان کا انتخاب اس وقت کیا جب کہ مخلوقات عالم غیب میں پنہاں اور چھپی ہوئی تھی اور عدم کی سرحد سے ملی ہوئی تھی، چونکہ اللہ تعالی ہر شئی کے مستقبل سے باخبر ہے اور حوادث دہر سے مطلع ہے اور ان کے مقدرات کے موارد اور مواقع سے آگاہ ہے۔

خدا نے محمدؐ کو مبعوث کیا تاکہ اپنے امر کو آخر تک پہنچائے اور اپنے حکم کو جاری کردے، اور اپنے مقصد کو عملی قرار دے۔ لوگ دین میں متفرق

تھے اور کفر و جہالت کی آگ میں جل رہے تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے اور خداوند عالم کے دستورات کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ نے میرے باپ محمد ﷺ کے وجود مبارک سے تاریکیاں منور کر دیا اور جہالت اور نادانی دلوں سے دور کر دیا، سر گردانی اور تحیر کے پردے آنکھوں سے ہٹا دیئے۔ میرے باپ لوگوں کی ہدایت کے لئے

کھڑے ہوئے اور ان کو گمراہی سے نجات دلائی اور نابینا کو بینا کیا اور دین اسلام کی طرف راہنمائی فرمائی اور سیدھے راستے کی طرف دعوت دی، اس وقت خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کی مہربانی اور اس کے اختیار اور رغبت سے اس کی روح قبض فرمائی۔ اب میرے باپ اس دنیا کی سختیوں سے آرام میں ہیں اور آخرت کے عالم میں اللہ تعالی کے فرشتوں اور پروردگار کی رضایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب میں زندگی بسر کر رہے ہیں، امین اور وحی کے لئے چنے ہوئے پیغمبر پر درود ہو۔

آپ نے اس کے بعد مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

لوگو تم اللہ تعالیٰ کے امر اور نہی کے نمائندے اور نبوت کے دین اور علوم کے حامل تمہیں اپنے اوپر امین ہونا چاہیئے، جن کو باقی اقوام تک دین کی تبلیغ کرنی ہے تم میں پیغمبرؐ کا حقیقی جانشین موجود ہے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے عہد و پیمان اور چمکنے والا نور ہے اس کی چشم بصیرت روشن اور رتبے کے آرزومند ہیں اس کی پیروی کرنا انسان کو بہشت رضوان کی طرف ہدایت کرتا ہے اس کی باتوں کو سننا نجات کا سبب ہوتا ہے اس کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے نورانی دلائل اور حجت کو دریافت کیا جا سکتا ہے اس کے وسیلے سے واجبات و محرمات اور مستحبات و مباح اور شریعت کے قوانین کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو شرک سے پاک ہونے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔۔

اللہ نے نماز واجب کی تا کہ تکبر سے روکا جائے زکوۃ کو وسعت رزق اور تہذیب نفس کے لئے واجب قرار دیا۔ روزے کو بندے کے اخلاص کے اثبات کے لئے واجب کیا۔ حج کو واجب کرنے سے دین کی بنیاد کو استوار کیا، عدالت کو زندگی کے نظم اور دلوں کی نزدیکی کے لئے ضروری قرار دیا، اہلبیت کی اطاعت کو ملت اسلامی کے نظم کے لئے واجب قرار دیا اور امامت کے ذریعے اختلاف و افتراق کا سد باب کیا اور جہاد کو اسلام کے لئے عزت اور صبر کو اجر حاصل کرنے کے لیے مددگار قرار دیا۔

امر بالمعروف کو عمومی مصلحت کے ماتحت واجب قرار دیا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کو ان کے غضب سے مانع قرار دیا، اجل کے موخر ہونے اور نفوس کی زیادتی کے لئے صلہ رحمی کا دستور دیا، قتل نفس کو روکنے کے لئے قصاص کو واجب قرار دیا۔ نذر کے پورا کرنے کو گناہوں گا آمرزش کا سبب بنایا، ناپ تول میں دقت کو کم فروشی ختم کرنے کا سبب بنا دیا۔

پلیدی سے محفوظ رہنے کی غرض سے شراب خوری پر پابندی لگائی، بہتان اور زنا کی نسبت دینے کی لعنت سے روکا، چوری نہ کرنے کو پاکی اور عفت کا سبب بتایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، کو اخلاص کے ماتحت ممنوع قرار دیا۔ پس تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپناؤ جسطرح اپنانے کا حق ہے۔ دنیا سے مسلمان ہوئے بغیر مت جانا، اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرو، صرف علماء اور دانشمند خدا سے ڈرتے ہیں۔ پھر فرمایا:

اے لوگو! جان لو میں فاطمہ ہوں اور میرے باپ محمد ﷺ ہیں، اب میں تمہیں ابتداء سے آخر تک کے واقعات اور امور سے آگاہ کرتی ہوں تمہیں علم ہونا چاہیئے میں جھوٹ نہیں بولتی اور گناہ کا ارتکاب نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیغمبر ﷺ جو تم میں سے تھا بھیجا ہے تمہاری تکلیف سے اسے تکلیف ہوتی تھی اور وہ تم سے محبت کرتے تھے اور مومنین کے حق میں مہربان اور دل سوز تھے۔ لوگو وہ پیغمبر میرے باپ تھے نہ تمہاری عورت کے باپ، میرے شوہر کے چچازاد بھائی تھے نہ تمہارے مردوں کے بھائی، کتنی عمدہ محمدؐ سے نسبت ہے۔ جناب محمدؐ نے اپنی رسالت کو انجام دیا اور مشرکوں کی راہ و روش پر حملہ آور ہوئے اور ان کی پشت پر سخت ضرب وارد کی ان کا گلا پکڑا اور دانائی اور نصیحت سے خدا کی طرف دعوت دی، بتوں کو توڑا اور ان کے سروں کو سرنگوں کیا کفار نے شکست کھائی اور شکست کھا کر بھاگے۔

تاریکیاں دور ہو گئیں اور حق واضح ہو گیا، دین کے رہبر کی زبان گویا ہوئی اور شیاطین خاموش ہو گئے، نفاق کے پیروکار ہلاک ہوئے کفر اور اختلاف کے رشتے ٹوٹ گئے گروہ اہلبیت کی وجہ سے شہادت کا کلمہ جاری کیا، جب کہ تم دوزخ کے کنارے کھڑے تھے اور وہ ظالموں کا تر اور لذیذ لقمہ بن چکے تھے اور آگ کی تلاش کرنے والوں کے لئے مناسب شعلہ تھے۔ تم قبائل کے پاؤں کے نیچے ذلیل تھے گندا پانی پیتے تھے اور حیوانات کے چمڑوں اور درختوں کے پتوں سے غذا کھاتے تھے دوسروں کے ہمیشہ ذلیل و خوار تھے اور ارد گرد کے قبائل سے خوف وہراس میں زندگی بسر کرتے تھے ان تمام **بدبختیوں** کے بعد خدا نے محمدؐ کے وجود کی برکت سے تمہیں نجات دی حالانکہ میرے باپ کو عربوں میں سے بہادر اور عرب کے بھیڑیوں اور اہل کتاب کے سرکشوں سے واسطہ تھا

جتنا وہ جنگ کی آگ کو بھڑکاتے تھے خدا اسے خاموش کر دیتا تھا جب کوئی شیاطین میں سے سر اٹھاتا یا مشرکوں میں سے کوئی بھی کھولتا تو محمدؐ اپنے بھائی علیؑ کو ان کے گلے میں اتار دیتے اور حضرت علی (ع) ان کے سر اور مغز کو اپنی طاقت سے پائمال کر دیتے اور جب تک ان کی روشن کی ہوئی آگ کو اپنی تلوار سے خاموش نہ کر دیتے جنگ کے میدان سے واپس نہ لوٹتے اللہ کی رضا کے لئے ان تمام سختیوں کا تحمل کرتے تھے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے، اللہ کے رسول کے نزدیک تھے۔ علی (ع) خدا دوست تھے، ہمیشہ جہاد کے لئے آمادہ تھے، وہ تبلیغ اور جہاد کرتے تھے اور تم اس حالت میں آرام اور خوشی میں خوش و خرم زندگی گزار رہے تھے اور کسی خبر کے منتظر اور فرصت میں رہتے تھے دشمن کے ساتھ لڑائی لڑنے سے اجتناب کرتے تھے اور جنگ کے وقت فرار کر جاتے تھے۔

جب خدا نے اپنے پیغمبر کو دوسرے پیغمبروں کی جگہ کی طرف منتقل کیا تو تمہارے اندرونی کینے اور دوروئی ظاہر ہو گئی دین کا لباس کہنہ ہو گیا اور گمراہ لوگ باتیں کرنے لگے، پست لوگوں نے سر اٹھایا اور باطل کا اونٹ آواز دینے لگا اور اپنی دم ہلانے لگا اور شیطان نے اپنا سر کمین گاہ سے باہر نکالا اور تمہیں اس نے اپنی طرف دعوت دی اور تم نے بغیر سوچے اس کی دعوت قبول کر لی اور اس کا احترام کیا تمہیں اس نے ابھارا اور تم حرکت میں آ گئے اس نے تمہیں غضبناک ہونے کا حکم دیا اور تم غضبناک ہو گئے۔ لوگو وہ اونٹ جو تم میں سے نہیں تھا تم نے اسے باعلامت بنا کر اس جگہ بیٹھایا جو اس کی جگہ نہیں تھی، حالانکہ ابھی پیغمبرؐ کی موت کو زیادہ وقت نہیں گزرا ہے ابھی تک ہمارے دل کے زخم بھرے نہیں تھے اور نہ شگاف پر ہوئے تھے، ابھی پیغمبرؐ کو دفن بھی نہیں کیا تھا کہ تم نے فتنے کے خوف کے بہانے سے خلافت پر قبضہ کر لیا، لیکن خبردار رہو کہ تم فتنے میں داخل ہو چکے ہو اور دوزخ نے کافروں کا احاطہ کر رکھا ہے

افسوس تمہیں کیا ہو گیا ہے اور کہاں چلے جا رہے ہو؟ حالانکہ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے اور اس کے احکام واضح اور اس کے اوامر و نواہی ظاہر ہیں تم نے قرآن کی مخالفت کی اور اسے پس پشت ڈال دیا، کیا تمہارا ارادہ ہے کہ قرآن سے اعراض اور روگردانی کر لو؟ یا قرآن کے علاوہ کسی اور ذریعے سے قضاوت اور فیصلے کرنا چاہتے ہو؟ لیکن تم کو علم ہونا چاہیئے کہ جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کرے گا وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

اتنا صبر بھی نہ کر سکے کہ وہ فتنے کی آگ کو خاموش کرے اور اس کی قیادت آسان ہو جائے بلکہ آگ کو تم نے روشن کیا اور شیطان کی دعوت کو قبول کر لیا اور دین کے چراغ اور سنت رسول خداؐ کے خاموش کرنے میں مشغول ہو گئے ہو۔ کام کو الٹا ظاہر کرتے ہو اور پیغمبرؐ کے اہلبیت کے ساتھ مکر و فریب کرتے ہو، تمہارے کام اس چھری کے زخم اور نیزے کے زخم کی مانند ہیں جو پیٹ کے اندر واقع ہوئے ہوں۔ کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ ہم پیغمبرؐ سے میراث نہیں لے سکتے، کیا تم جاہلیت کے قوانین کی طرف لوٹنا چاہتے ہو؟ حالانکہ اسلام کے قانون تمام قوانین سے بہتر ہیں، کیا تمہیں علم نہیں کہ میں رسول خداؐ کی بیٹی ہوں کیوں نہیں جانتے ہو اور تمہارے سامنے آفتاب کی طرح یہ روشن ہے

مسلمانوں کیا یہ درست ہے کہ میں اپنے باپ کی میراث سے محروم ہو جاؤں؟ اے ابوبکر آیا خدا کی کتاب میں تو لکھا ہے کہ تم اپنے باپ سے

میراث لو اور میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں کہتا کہ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ وَوَرِثَ سُلَیمانُ داوُدَ کیا قرآن میں یحییٰ علیہ السلام کا قول نقل نہیں ہوا کہ خدا سے انہوں نے عرض کی پروردگار مجھے فرزند عنایت فرماتا کہ وہ میرا وارث قرار پائے اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ بعض رشتہ دار بعض دوسروں کے وارث ہوتے ہیں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ اللہ نے حکم دیا کہ لڑکے، لڑکیوں سے دوگنا ارث لیں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ تم پر مقرر کر دیا کہ جب تمہارا کوئی موت کے نزدیک ہو تو وہ ماں، باپ اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرے کیونکہ پرہیزگاروں کے لئے ایسا کرنا عدالت کا مقتضی ہے

کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں باپ سے نسبت نہیں رکھتی؟ کیا ارث والی آیات تمہارے لئے مخصوص ہیں اور میرے والد ان سے خارج ہیں یا اس دلیل سے مجھے میراث سے محروم کرتے ہو جو دو مذہب کے ایک

دوسرے سے میراث نہیں لے سکتے؟ کیا میں اور میرا باپ ایک دین پر نہ تھے؟ آیا تم میرے باپ اور میرے چچازاد علی (ع) سے قرآن کو بہتر سمجھتے ہو؟ اے قحافہ کے فرزند فدک اور خلافت تسلیم شدہ تمہیں مبارک ہو، لیکن قیامت کے دن تم سے ملاقات کروں گی کہ جب حکم اور قضاوت کرنا خدا کے ہاتھ میں ہوگا اور محمدؐ بہترین پیشوا ہیں۔ اے قحافہ کے بیٹے، میرا تیرے ساتھ وعدہ قیامت کا دن ہے کہ جس دن بیہودہ لوگوں کا نقصان واضح ہو جائے گا اور پھر پشیمان ہونا فائدہ نہ دے گا اور ہر خبر (کے وقوع) کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔ آپ اس کے بعد انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

اے ملت کے مددگار جوانو اور اسلام کی مدد کرنے والو! کیوں حق کے ثابت کرنے میں سستی کر رہے ہو اور جو ظلم مجھ پر ہوا ہے اس سے خواب غفلت میں ہو؟ کیا میرے والد نے نہیں فرمایا کہ کسی کا احترام اس کی اولاد میں بھی محفوظ ہوتا ہے یعنی اس کے احترام کی وجہ سے اس کی اولاد کا احترام کیا کرو؟ کتنا جلدی فتنہ برپا کیا ہے تم نے؟ اور کتنی جلدی ہوی اور ہوس میں مبتلا ہو گئے ہو؟ تم اس ظلم کے ہٹانے میں جو مجھ پر ہوا ہے قدرت رکھتے ہو اور میرے مدعا اور خواستہ کے برلانے پر طاقت رکھتے ہو۔

کیا کہتے ہو کہ محمدؐ مر گئے؟ جی ہاں لیکن یہ ایک بہت بڑی مصیبت ہے کہ ہر روز اس کا شگاف بڑھ رہا ہے اور اس کا خلل زیادہ ہو رہا ہے۔ آنجنابؐ کی غیبت سے زمین تاریک ہو گئی ہے سورج اور چاند بے رونق ہو گئے ہیں آپ کی مصیبت پر ستارے تتر بتر ہو گئے ہیں، امیدیں ٹوٹ گئیں، پہاڑ متزلزل اور ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں پیغمبرؐ کے احترام کی رعایت نہیں کی گئی۔

قسم خدا کی یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی کہ جس کی مثال ابھی تک دیکھی نہیں گئی اللہ کی کتاب جو صبح اور شام کو پڑھی جا رہی ہے آپ کی اس مصیبت کی خبر دیتی ہے کہ پیغمبرؐ بھی عام لوگوں کی طرح مریں گے، قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ اور حضرت محمدؐ نہیں ہیں مگر پیغمبر جن سے پہلے تمام پیغمبر گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ ہرگز اللہ تعالی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور عنقریب خدا شکر گزار بندوں کو جزا دے گا۔

اے فرزندان قیلہ: (انصار کا گروہ) کیا یہ مناسب ہے کہ میں باپ کی میراث سے محروم رہوں جب کہ تم یہ دیکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اور یہاں موجود ہو میری پکار تم تک پہنچ چکی ہے اور تمام واقعہ سے مطلع ہو، تمہاری تعداد زیادہ ہے اور تم طاقت ور اور اسلحہ بدست ہو، میرے استغاثہ کی آواز تم تک پہنچتی ہے لیکن تم اس پر لبیک نہیں کہتے میری فریاد کو سنتے ہو لیکن میری فریاد رسی نہیں کرتے تم بہادری میں معروف اور نیکی اور خیر سے موصوف ہو، خود نخبہ ہو اور نخبہ کی اولاد ہو تم ہم اہلبیت کے لئے منتخب ہوئے ہو، عربوں کے ساتھ تم نے جنگیں کیں اور سختیوں کو برداشت کیا، قبائل سے لڑے ہو، بہادروں سے پنجہ آزمائی کی ہے جب ہم اٹھ کھڑے ہوتے تھے تم بھی اٹھ کھڑے ہوتے تھے ہم حکم دیتے تھے تم اطاعت کرتے تھے یہاں تک کہ اسلام نے رونق پائی اور غنائم زیادہ ہوئے اور مشرکین

تسلیم ہو گئے اور ان کا جھوٹا وقار اور جوش ختم ہو گیا، کفر کی آگ بجھ گئی، ہرج و مرج کی صدائیں خاموش ہو گئیں اور دین کا نظام مستحکم ہو گیا، پھر کیوں اقرار کے بعد اپنے ایمان پر حیران ہو گئے؟ ظاہر ہونے کے بعد کیوں چھپ گئے؟ کیوں پیشقدمی کے بعد پیچھے لوٹ گئے اور ایمان کے بعد شرک انتخاب کیا؟ وای ہو ان لوگوں پر جنہوں نے عہد کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالا پیغمبرؐ کو (وطن سے) نکالنے کا ارادہ کیا اور پھر تمہارے برخلاف لڑائی میں پہل بھی کی۔ تم ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔

لوگو میں گویا دیکھ رہی کہ تم پستی کی طرف جا رہے ہو، اس آدمی کو جو حکومت کرنے کا اہل ہے اسے دور ہٹا رہے ہو اور تم گوشہ میں بیٹھ کر عیش اور نوش میں مشغول ہو گئے ہو زندگی اور جہاد کے وسیع میدان سے قرار کر کے راحت طلبی کے چھوٹے محیط میں چلے گئے ہو، جو کچھ تمہارے اندر تھا اسے تم نے ظاہر کر دیا ہے اور جو کچھ پی چکے تھے اسے اگل دیا ہے لیکن آگاہ رہو اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کافر ہو جائیں تو خدا تمہارا محتاج نہیں

ہے۔ اے لوگو جو کچھ مجھے کہنا چاہیئے تھا میں نے کہہ دیا ہے حالانکہ میں جانتی ہوں کہ تم میری مدد نہیں کرو گے۔ تمہارے منصوبے مجھ سے مخفی نہیں، لیکن کیا کروں دل میں ایک درد تھا کہ جس کو میں نے بہت ناراحتی کے باوجود ظاہر کر دیا ہے تا کہ تم پر حجت تمام ہو جائے۔ اب فدک اور خلافت کو خوب مضبوطی سے پکڑے رکھو لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس میں مشکلات اور دشواریاں موجود ہیں اور اس کا ننگ و عار ہمیشہ کے لئے تمہارے دامن پہ باقی رہ جائے گا، اللہ تعالی کا خشم اور غصہ اس پر مزید ہو گا اور اس کی جزا جہنم کی آگ ہو گی اللہ تعالی تمہارے کردار سے آگاہ ہے، بہت جلد ستم گار اپنے اعمال کے نتائج دیکھ لیں گے۔ لوگو میں تمہارے اس نبی کی بیٹی ہوں کہ جو تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا تھا۔ جو کچھ کر سکتے ہو اسے انجام دو ہم بھی تم سے انتقام لیں گے تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں

اس کے جواب میں ابو بکر (عبد اللہ بن عثمان) نے یوں جواب دیتے ہوئے کہا:

دختر رسول خداؐ: آپ کے بابا مومنین پر بہت مہربان۔ رحم و کرم کرنے والے اور صاحب عطوفت تھے۔ وہ کافروں کے لئے دردناک عذاب اور سخت ترین قہرالہیٰ تھے۔ آپ اگر ان کی نسبتوں پر غور کریں تو وہ تمام عورتوں میں صرف آپ کے باپ تھے اور تمام چاہنے والوں میں صرف آپ کے شوہر کے چاہنے والے تھے اور انھوں نے بھی ہر سخت مرحلہ پر نبیؐ کا ساتھ دیا ہے۔ آپ کا دوست نیک بخت اور سعید انسان کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا ہے اور آپ کا دشمن شقی اور بد بخت کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ رسول اکرمؐ کی پاکیزہ عترت اور ان کے منتخب پسندیدہ افراد ہیں۔ آپ ہی حضرات راہ خیر میں ہمارے رہنما اور جنت کی طرف ہمیں لے جانے والے ہیں۔ اور خود آپ اے تمام خواتین عالم میں منتخب اور خیر الانبیاء کی دختر۔ یقیناً اپنے کلام میں صادق اور کمال عقل میں سب پر مقدم ہیں۔ آپ کو نہ آپ کے حق سے روکا جا سکتا ہے اور نہ آپ کی صداقت کا انکار کیا جا سکتا ہے مگر خدا کی قسم میں نے رسولؐ کی رائے میں عدول نہیں کیا ہے اور نہ کوئی کام ان کی اجازت کے بغیر کیا ہے اور میر کارواں قافلہ سے خیانت بھی نہیں کر سکتا ہے۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور وہی گواہی کے لئے کافی ہے کہ میں نے خود رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء سونے چاندی اور خانہ وجائیداد کا مالک نہیں بناتے ہیں۔ ہماری وراثت کتاب، حکمت، علم و نبوت ہے اور جو کچھ مال دنیا ہم سے بچ جاتا ہے وہ ہمارے بعد ولی امر کے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔

اور میں نے آپ کے تمام مطلوبہ اموال کو سامان جنگ کے لئے مخصوص کر دیا ہے جس کے ذریعہ مسلمان کفار سے جہاد کریں گے اور سرکش فاجروں سے مقابلہ کریں گے اور یہ کام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے کیا ہے (۲)۔ یہ تنہا میری رائے نہیں ہیں اور نہ میں نے ذاتی طور پر طے کیا ہے۔ یہ میرا ذاتی مال اور سرمایہ آپ کے لئے حاضر ہے اور آپ کی خدمت میں ہے جس میں کوئی کوتاہی نہیں کی جا سکتی ہے۔ آپ تو اپنے باپ کی امت کی سردار ہیں اور اپنی اولاد کے لئے شجرۂ طیبہ ہیں۔ آپ کے فضل و شرف کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور آپ کے اصل و فرع کو گرایا نہیں جا سکتا ہے۔ آپ

کا حکم تو میری تمام املاک میں بھی نافذ ہے تو کیسے ممکن ہے میں اس معاملہ میں آپ کے بابا کی مخالفت کر دوں؟

یہ سن کر جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا:

سبحان اللہ۔ نہ میرا باپ احکام خدا سے روکنے والا تھا اور نہ اس کا مخالف تھا۔ وہ آثار قرآن کا اتباع کرتا تھا اور اس کے سوروں کے ساتھ چلتا تھا۔ کیا تم لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ اپنی غداری کا الزام اسکے سر ڈال دو۔ یہ ان کے انتقال کے بعد ایسی ہی سازش ہے جیسی ان کی زندگی میں کی گئی تھی۔ دیکھو یہ کتاب خدا حاکم عادل اور قول فیصل ہے جو اعلان کر رہی ہے کہ خدایا وہ ولی دے دے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔

خدائے عزوجل نے تمام حصے اور فرائض کے تمام احکام بیان کر دیے ہیں جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق کی بھی وضاحت کر دی ہے اور اس طرح تمام اہل باطل کے بہانوں کو باطل کر دیا ہے اور قیامت تک کے تمام شبہات اور خیالات کو ختم کر دیا ہے۔ یقینا یہ تم لوگوں کے نفس نے ایک بات گھڑھ لی ہے تو اب میں بھی صبر جمیل سے کام لے رہی ہوں اور اللہ ہی تمھارے بیانات کے بارے میں میرا مددگار ہے۔

(اس کے بعد خلیفہ نے کہا) اللہ، رسولؐ اور رسولؐ کی بیٹی سب سچے ہیں۔ آپ حکمت کے معادن، ہدایت و رحمت کا مرکز، دین کے رکن، حجت خدا کا سرچشمہ ہیں۔ میں نہ آپ کے حرف راست کو دور پھینک سکتا ہوں اور نہ آپ کے بیان کا انکار کر سکتا ہوں۔ مگر یہ ہمارے اور آپ کے سامنے مسلمان ہیں۔ جنہوں نے مجھے خلافت کی ذمہ داری دی ہے اور میں نے ان کے اتفاق رائے سے یہ عہدہ سنبھالا ہے۔ اس میں نہ میری بڑائی شامل ہے نہ خود رائی اور نہ شوق حکومت۔ یہ سب میری اس بات کے گواہ ہیں۔

جسے سن کر جناب فاطمہ زہراؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

اے گروہ مسلمین جو حرف باطل کی طرف تیزی سے سبقت کرنے والے اور فعل قبیح سے چشم پوشی کرنے والے ہو۔ کیا تم قرآن پر غور نہیں کرتے ہو اور کیا تمھارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ یقیناً تمھارے اعمال نے تمھارے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے اور تمھاری سماعت اور بصارت کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ تم نے بدترین تاویل سے کام لیا ہے۔

اور بدترین راستہ کی نشان دہی کی ہے اور بدترین معاوضہ پر سودا کیا ہے۔ عنقریب تم اس بوجھ کی سنگینی کا احساس کرو گے اور اس کے انجام کو بہت دردناک پاؤ گے جب پردے اٹھائے جائیں گے اور پس پردہ کے نقصانات سامنے آجائیں گے اور خدا کی طرف سے وہ چیزیں سامنے آجائیں گی جن کا تمھیں وہم گمان بھی نہیں ہے اور اہل باطل خسارہ کو برداشت کریں گے۔

پھر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

باباآپؐ کے بعد بڑی نئی نئی خبریں اور مصیبتیں سامنے آئیں کہ اگر آپ سامنے ہوتے تو مصائب کی یہ کثرت نہ ہوتی۔ ہم نے آپ کو ویسے ہی کھو دیا جیسے زمین ابر کرم سے محروم ہو جائے۔ اور اب آپ کی قوم بالکل ہی منحرف ہو گئی ہے۔

ذرا آپ اگر دیکھ تو لیں دنیا کا جو خاندان خدا کی نگاہ میں قرب و منزلت رکھتا ہے وہ دوسروں کی نگاہ میں محترم ہوتا ہے مگر ہمارا کوئی احترام نہیں ہے کچھ لوگوں نے اپنے دل کے کینوں کا اس وقت اظہار کیا جب آپ اس دنیا سے چلے گئے اور میرے اور آپ کے درمیان خاک قبر حائل ہو گئی۔ لوگوں نے ہمارے اوپر ہجوم کر لیا اور آپ کے بعد ہم کو بے قدر و قیمت سمجھ کر ہماری میراث کو ہضم کر لیا۔ آپ کی حیثیت ایک بدر کامل اور نور مجسم کی تھی جس سے روشنی حاصل کی جاتی تھی اور اس پر ربِ عزت کے پیغامات نازل ہوتے تھے۔

جبریل آیات الہیٰ سے ہمارے لئے سامان انس فراہم کرتے تھے مگر آپ کیا گئے کہ ساری نیکیاں پس پردہ چلی گئیں۔ کاش مجھے آپ سے پہلے موت آگئی ہوتی اور میں آپ کے اور اپنے درمیان خاک کے حائل ہونے سے پہلے مرگئی ہوتی۔

□□□□□

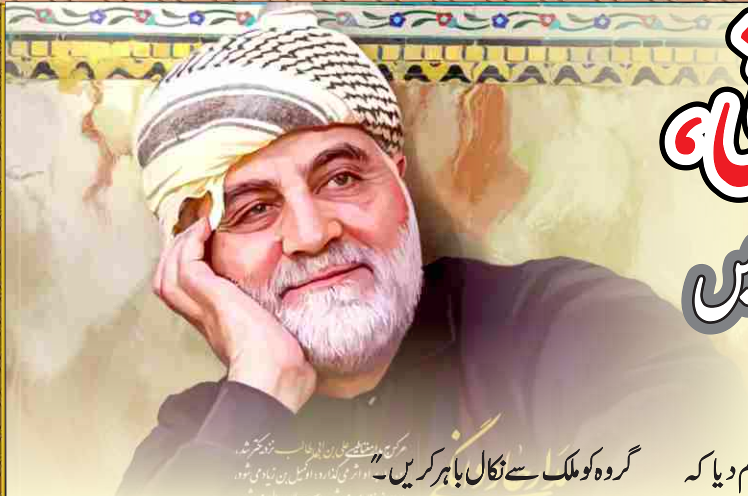

شہید حاج سلیمانی،

اپنے افکار و کردار کی روشنی میں

گذشتہ دنوں سحر اردو چینل سے محترم برادر سید راشد عباس نقوی نے حکم دیا کہ شہید سلیمانی پر اردو میں لکھی گئی کتاب؛ مکتب سلیمانی کے معیارات پہ کچھ تبصرہ و اتعارف کیلئے لائیو پروگرام میں تشریف لائیں، راشد بھائی کا حکم تھا سو کتاب کا ایک بار پھر دقت سے مطالعہ شروع کیا، اور پروگرام میں اپنا حصہ شامل کر دیا، اصل بات یہ ہے کہ اس پروگرام کیلئے کتاب کے مطالعہ سے شہید کی برسی کے قریب آتے ایام میں مجھے بہت ہی سرور اور کیف حاصل ہوا، اتنی خوبصورت کتاب اور یاد گار واقعات، جن میں جا بہ جا امام خمینی، امام خامنہ ای اور شہید سلیمانی کے اقوال و کردار کے اہم واقعات شامل ہیں واقعی ہمارے انقلابی فکر کے نوجوانوں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے، اسی مطالعہ کی بدولت میں اس قابل ہوا کہ العارف کے قارئین کیلئے اس کی تلخیص اس مضمون کی شکل میں پیش کروں، امید ہے شہید کی دوسری برسی کے اس شمارے میں اس مواد کو پڑھ کے آپ سب قارئین بے حد مستفید ہونگے، مکتب شہید سلیمانی کے معیارات نامی کتاب (شائع کردہ؛ الولایہ پبلشر) میں سترہ معیارات کا ذکر ہے جن کو عناوین کے تحت کتاب میں بہت سے واقعات، اقوال شامل ہیں انہیں کی تلخیص آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ ارشاد حسین ناصر

توحید

انہوں نے 25 اپریل 1979ء کے دن فرمایا: "اس قوم نے ایک دل اور ایک جہت، توحید کی جہت میں، روحانی تبدیلی کے ہمراہ اسلام کی جانب قدم بڑھایا ہے اور اس مقدس تحریک کی آبیاری کی ہے۔"

انقلاب اسلامی ایران کے بانی نے 26 اکتوبر 1978ء کے دن فرمایا: "توحید اور اسلام کا نعرہ لگاتے ہوئے پہلوی خاندان اور تیل کے ذخائر لوٹنے والے گروہ کو ملک سے نکال باہر کریں۔"

اسی طرح انہوں نے 25 اپریل 1979ء کے دن فرمایا: "اس قوم نے ایک دل اور ایک جہت، توحید کی جہت میں، روحانی تبدیلی کے ہمراہ اسلام کی جانب قدم بڑھایا ہے اور اس مقدس تحریک کی آبیاری کی ہے۔"

اسی نگاہ کے ساتھ جنرل سلیمانی 2011ء میں کرمان کے قصبے خانوک میں شہداء کی یاد میں منعقد ہونے والی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شہید، دین کے پانچ بنیادی اصولوں سے حاصل ہونے والے خلوص نیت کے ذریعے اس عظیم مقام تک پہنچتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے تمام شہداء اصول دین کے حقیقی شہید ہیں۔ یعنی جب ہم کہتے ہیں توحید، تو شہید کے ذہن میں توحید کا تصور اس تصور سے مختلف ہے جو ہمارے ذہنوں میں پایا جاتا ہے۔ لہذا توحید کا وہ تصور اس شہید کو ایسی معرفت عطا کرتا ہے جو اسے ایسے عظیم مقام تک پہنچا دیتی ہے۔''

شہداء نے توحید کا یہ تصور قرآن کریم، دعاوں اور اسلامی انقلاب کے دواماموں سے لیا ہے۔

جنرل سلیمانی نے 2012ء میں ہفتہ بسیج کی مناسبت سے پاسداران کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "وہ دعائیں جو آپ پڑھتے ہیں عام طور پر توحیدی دعائیں ہیں۔ مثال کے طور پر دعائے کمیل، دعائے سمات، صحیفہ سجادیہ کی مناجات، دعائے ابوحمزہ ثمالی وغیرہ۔۔۔"

اہلبیت اطہارع سے توسل وعشق

ان گرامی قدر جنرل نے ثاراللہ ڈویژن کے کمانڈر کے طور پر مجاہدین اور شہداء کے اہل خانہ کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: "والفجر 8 آپریشن کے

دوران جب ہماری نگاہیں دریائے اروند کی وحشی، خوفناک اور غضب ناک موجوں پر پڑیں تو ہمارے پاس حضرت زہرا ؑ سے زیادہ آشنا نام نہیں تھا۔لہذا ہم نے دریائے اروند کے کنارے بسیجیوں کے مظلومانہ اور وطن سے دور آنسوؤں کے ساتھ انہیں پکارا اور دریائے اروند کو یا زہرا ؑ کہتے ہوئے کنٹرول کیا اور اسے عبور کیا۔ کربلا 4 آپریشن میں جب دشمن مشین گنوں، مارٹر گولوں اور توپ کے گولوں کے ذریعے دریا کے ساحل کو نشانہ بنا رہا تھا اور دریائے اروند میں خون کی نہریں بہنا شروع ہو گئی تھیں، اس وقت بھی جب ہماری تمام تدبیریں ناکام ہو چکی تھیں تو حضرت زہرا س کے علاوہ کوئی اور کا نام ہماری زبانوں پر جاری نہیں تھا۔۔۔اس فاصلے سے ہمارے افراد دشمن کی جانب سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ خاردار تاروں کے پیچھے تک غوطہ خور فورس کا پورا ستون دشمن کی نظروں میں ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو کانپ گیا۔ میں ناامید ہو چکا تھا۔ عاجزانہ انداز میں درخواست کرنے لگا کہ دعائے توسل پڑھیں؛ بی بی زہرا سلام اللہ علیہا سے مدد طلب کریں۔ گویا پردہ ڈال دیا گیا اور چاند کی روشنی بند کر دی گئی۔ شاید کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ثاراللہ ڈویژن مچھلی جھیل سے عبور کر چکی ہوگی۔"

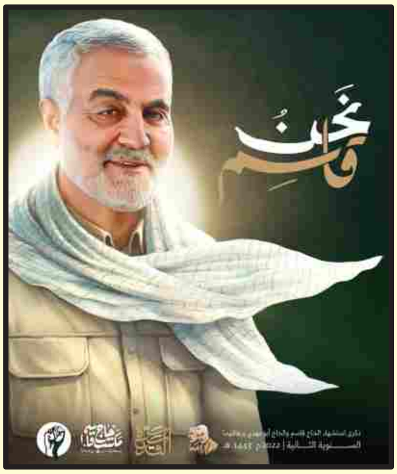

رفسنجان شہر کے امام جمعہ، حجۃ الاسلام والمسلمین اصغر عسکری کہتے ہیں:"جنرل سلیمانی حضرت فاطمہ زہرا ؑ سے خاص عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ یا زہرا ؑ کا ذکر کبھی بھی ان کی زبان سے نہیں رکتا تھا۔"

سپاہ کے بریگیڈیئر جنرل رحیم نوعی اقدم کہتے ہیں:

قاسم جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے روضہ مبارک کے دروازے پر پہنچتے تھے تو دوزانو ہو کر زمین پر بیٹھ جاتے اور روضے کے فرش پر بوسہ دیتے اور اس کے بعد روضے میں داخل ہوتے تھے۔"

روحانیت

جناب ابراہیم شہریاری، ایران عراق آٹھ سالہ جنگ میں ثاراللہ ڈویژن کے بٹالین کمانڈر، کہتے ہیں:"وہ کریملن پیلس گئے ہوئے تھے، ان کی روسی صدر پیوٹن سے ملاقات طے تھی۔ روسی صدر کے آنے تک اذان کا وقت ہو گیا۔ وہ اٹھے اور اذان اور اقامت کہی۔ ان کی آواز پورے ہال میں گونج اُٹھی۔ اس کے بعد نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ سب انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے بعد میں بتایا کہ میں نے زندگی بھر نماز میں ایسی لذت محسوس نہیں کی جو اس دن محسوس کی تھی۔ نماز کے آخر میں انہوں نے سجدہ گاہ پر ماتھا رکھا اور خدا سے راز و نیاز کرتے ہوئے کہنے لگے: خدایا، یہ تھی تیری کرامت۔ ایک دن وہ تھا جب کریملن پیلس میں اسلام کے خاتمے کیلئے سازشیں تیار کی جاتی تھیں اور اب میں قاسم سلیمانی یہاں آیا ہوں اور نماز پڑھی ہے۔"

جس کا بھی سروکار روحانیت سے ہو

وہ اپنے بکھرے کاموں کو سعادت مند بناتا ہے۔ قمر بنی ہاشم بریگیڈ کے کمانڈر جنرل کریم نصر کہتے ہیں:"والفجر 4 آپریشن کا تیسرا دن تھا۔ دشمن کے ساتھ شدید جھڑپیں جاری تھیں۔ ہم کربلا ۵ بیس کیمپ کے مورچے میں جمع تھے اور اس بات پر غور کر رہے تھے کہ کیسے دشمن کی دفاعی لائن کو توڑا جائے۔ اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ نماز کے بعد اچانک علی فدوی، جو ان دنوں سید الشہداء حمزہ بیس کیمپ کی انٹیلی جنس آپریشن یونٹ کے ذمہ دار تھے، گرد آلود اور خون آلود لباس کے ساتھ انتہائی پریشانی کے عالم میں روتے ہوئے اور لرزتے مورچے میں داخل ہوئے اور خبر دی کہ وہ بیس کیمپ کے کمانڈر علی رضائیان کے ہمراہ مائن کی زد میں آ گئے تھے اور حاج علی شہید ہو گئے ہیں۔۔۔ ان کی شہادت پر مبنی اس غیر متوقع خبر نے سب کو متاثر کر دیا۔ احمد کاظمی، حاج ہمت، حسین خرازی، رحیم، قاسم سلیمانی اور مورچے میں موجود باقی افراد گریہ کرنا شروع ہو گئے۔ نماز عصر ختم ہو چکی تھی اور تمام دوستوں کی معصومانہ گریہ وزاری کے دوران اچانک حاج قاسم نے بہت دلنشین اور غم انگیز آواز میں نماز عصر کی تعقیبات والی دعا پڑھنا شروع کر دی: أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ۔۔۔ وہ اس قدر پرسوز آواز میں گریہ کرتے ہوئے یہ دعا پڑھ رہے تھے کہ باقی کمانڈرز بھی شدید گریہ کرنے لگے اور مورچہ ان کی آوازوں سے کانپ اٹھا تھا۔

دنیا سے دوری بریگیڈیئر جنرل محمد اسماعیل کوثری کہتے ہیں:" 1990ء میں جب رہبر معظم انقلاب نے عہدوں میں ترقی عطا کرنے کیلئے ہماری فائلیں طلب کیں تو میں نے، حاج قاسم، حاج احمد کاظمی اور جنرل شوشتری نے اپنے خون سے انہیں ایک خط لکھا کہ ہم عہدے حاصل کرنے سپاہ میں نہیں آئے۔ لیکن رہبر معظم نے فرمایا کہ امام خمینی رح اس بات پر تاکید کیا کرتے تھے اور یہ عہدے سپاہ پاسداران میں نظم وضبط برقرار کرنے کیلئے ضروری ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں پیغام بھیجا کہ اگر آپ ان عہدوں پر تحمل نہیں کر سکتے تو پھر جائیں اپنی (اصلاح نفس کی) فکر کریں؛ مگر یہ کہ کوشش کریں آپ ان عہدوں پر سوار ہوں! اسی دن سے حاج قاسم نے اپنے تمام عہدوں کو نظر انداز کر دیا۔"

تمغہ ذوالفقار کو بھی بے قیمت شمار کیا اور مقام ومنصب کو بھی حقیر سمجھا؛ جیسا کہ

انہوں نے 26 اپریل 2017ء کے دن ایک جوان کے جواب میں جس نے ان سے صدارتی الیکشن میں امیدوار بننے کی درخواست کی تھی، لکھا: ”خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں ایسی بے شمار جانی پہچانی اور گمنام اہم اور قیمتی شخصیات موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے ایک سپاہی کو اپنی پہرے کی چوکی چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ایک ادنی سپاہی کی حیثیت سے ایسی قوم کی دفاعی پوسٹ پر رہنے میں فخر ہے جس کے بارے میں امام خمینی رح نے فرمایا کہ میری جان اس پر قربان ہو جائے۔ میں ان حالات میں جب بھیڑیے ان کی گھات لگائے بیٹھے ہیں اس پوسٹ کو ترک کرنا غداری سمجھتا ہوں“

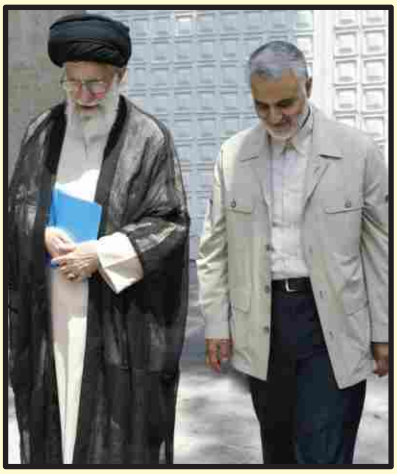

روحانیت وسیاست کا ملاپ

وہ اپنے وصیت نامے میں لکھتے ہیں: ”ہر دلعزیز خمینی رح کا ہنر یہ تھا کہ انہوں نے پہلے اسلام کے ذریعے ایران کی مدد کی اور اس کے بعد ایران کو اسلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اگر اسلام نہ ہوتا اور اگر اس قوم پر اسلامی روح حکمفرما نہ ہوتی تو صدام ایک وحشی بھیڑیے کی طرح اس ملک کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا؛ امریکہ ایک باولے کتے کی طرح یہی کام کرتا۔ لیکن امام رح کا ہنر یہ تھا کہ انہوں نے اسلام سے مدد حاصل کی؛ عاشورا اور محرم، صفر، ایام فاطمیہ کو اس قوم کا سہارا بنایا۔ انقلاب کے اندر انقلاب برپا کئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں ہزاروں فداکاروں نے اپنی جانوں کو آپ کی، ایرانی قوم کی، ایرانی سرزمین کی اور اسلام کی ڈھال بنایا ہے اور سب سے بڑی مادی طاقتوں کو اپنے مقابلے میں ذلیل وخوار کر دیا ہے، جنرل سلیمانی کی جانب سے اسلامی مزاحمتی بلاک کی تشکیل اور عراقی عوامی حکومت کی حمایت اور دیگر ممالک میں عوام کے ریاستی عمل دخل کی حمایت، امام خمینی رح کے اسی نقطہ نظر سے اخذ ہوئی ہے۔

شہید سلیمانی کا مکتب ان کی سوچ کی بنیاد پر تشکیل پایا ہے۔ وہ سوچ جس کا انگ انگ امام خمینی رح کی نظریاتی بنیادوں سے منسلک ہے۔ اور وہ بھی اپنے مرشد کی طرح یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روحانیت اور سیاست آپس میں مدغم ہیں۔

شرعی ذمہ داری کی پابندی

ان کا کہنا تھا کہ ہماری جنگ حلال اور حرام کی پاسداری کیلئے ہے، الٰہی حدود کے اجرا کیلئے ہے۔ شام میں داعش کے خلاف جنگ کے دوران جنرل سلیمانی نے ایک شامی شہری کے نام خط لکھا۔ وہ اس مراسلے میں لکھتے ہیں: ”میں، آپ کا چھوٹا بھائی قاسم سلیمانی ہوں۔ آپ یقیناً مجھے پہچانتے ہوں گے۔ ہم نے ہر جگہ اہلسنت برادران کی بہت خدمت کی ہے۔ میں شیعہ ہوں اور آپ اہلسنت ہیں۔۔۔ میں آپ کے گھر میں موجود قرآن کریم، صحیح بخاری اور دیگر کتابوں سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ ایک باایمان شخص ہیں۔ میں سب سے پہلے آپ سے اس بارے میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کی اجازت کے بغیر آپ کا گھر استعمال کر رہے ہیں اور امیدوار ہوں کہ آپ میری معذرت قبول فرمائیں گے۔ دوسری بات یہ کہ آپ کے گھر کا جو بھی نقصان ہوگا ہم اس کا ازالہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔۔۔ ہم خود کو اور میں اپنے آپ کو آپ کا احسان مند جانتے ہیں کیونکہ آپ کی اجازت کے بغیر اس گھر میں رہ رہے ہیں۔ یہ ایران میں میرا ٹیلی فون نمبر ہے۔ مجھے امید ہے آپ مجھے فون کریں گے۔ میں آپ کیلئے ہر کام کرنے کیلئے تیار ہوں۔“

امام خامنہ ای مدظلہ العالی نے 8 جنوری 2020ء کے دن فرمایا: ”(شہید سلیمانی) سختی سے شرعی حدود کے پابند تھے۔ بعض اوقات افراد میدان جنگ میں الٰہی حدود کو بھول جاتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ ایسی باتوں کا موقع نہیں ہے۔ نہیں، وہ خیال رکھتے تھے۔۔۔ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کسی سے زیادتی نہ ہو، کسی پر ظلم نہ ہو۔ ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کرتے تھے جنہیں اختیار کرنا عام طور پر جنگی میدان میں اکثر افراد ضروری نہیں سمجھتے۔ وہ احتیاط کیا کرتے تھے۔“

معقولیت پسندی

جنرل سلیمانی نے 2012ء میں سپاہ پاسداران کی قدس فورس کے افراد سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”میرا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند متعال نے شام کے اس ناگوار واقعے (مسلح دہشت گردوں کی چڑھائی) میں انقلاب اسلامی کیلئے بہت بڑی بھلائی قرار دے رکھی ہے۔۔۔ یقیناً ایسی امید موجود نہیں کہ مسلح دہشت گرد گروہ پورے ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ انہوں نے دمشق کے ایشو کے بارے میں بہت پروپیگنڈا کیا ہے لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہیں کر سکے، لہذا اب حلب کے بارے میں پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔۔۔ خداوند متعال کے لطف وکرم سے حلب میں بھی ناکام ہوں گے۔ میں اس وقت یہ کہنے کے قابل ہوں کہ شام کے 80 فیصد سے زیادہ علاقوں پر انتظامی لحاظ سے قبضہ شام حکومت کا ہے۔۔۔ یہ منصوبہ ناکام ہو چکا ہے اور سب اس حقیقت کو مانتے ہیں۔۔۔ اگر وہ اس سے دوگنا زیادہ دہشت گرد بھی لے آئیں تب بھی شکست سے دوچار ہوں گے۔“

امام خامنہ ای مدظلہ العالی نے 8 جنوری 2020ء کے دن فرمایا:

”شہید قاسم سلیمانی شجاع بھی تھے اور حکمت عملی کے مالک بھی تھے۔ محض شجاعت نہیں تھی۔ بعض افراد شجاع ہوتے ہیں لیکن حکمت عملی اور اس شجاعت کو بروئے کار لانے کیلئے کافی حد تک عقل سے محروم ہوتے ہیں۔ بعض افراد حکمت

عملی کے مالک ہوتے ہیں لیکن ان میں اقدام اور عمل کرنے کی جرات نہیں ہوتی۔ کام کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ یہ عزیز شہید جرأت بھی رکھتے تھے اور کسی بات کی پرواہ کئے بغیر خطروں میں کود پڑتے تھے۔ وہ نہ صرف موجودہ حادثات میں ان صفات کے مالک تھے بلکہ دفاع مقدس (عراق کی ایران پر مسلط جنگ) میں بھی ثاراللہ ڈویژن کے کمانڈر کے طور پر بھی ایسے تھے۔ وہ

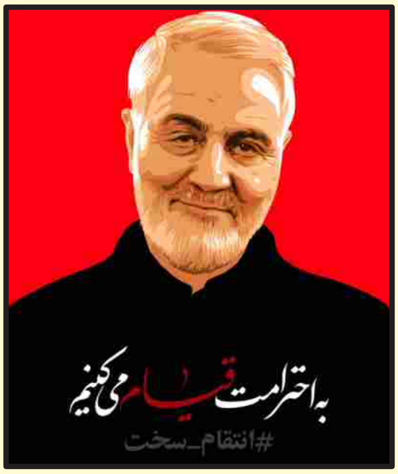

خود اور حتی ان کی ماتحت ڈویژن بھی اسی طرح تھی۔ سوچتے تھے، حکمت عملی وضع کرتے تھے اور اپنے کاموں کو منطق کی بنیاد پر انجام دیتے تھے۔ ان کے اندر شجاعت اور حکمت عملی کی دونوں صفات صرف فوجی میدان میں اکٹھی نہیں تھیں بلکہ وہ سیاست کے میدان میں بھی ایسے ہی تھے۔ میں بارہا سیاسی سرگرمیوں میں مصروف دوستوں کو یہ باتیں بتاتا رہتا ہوں، ان کا طرز عمل اور ان کے کام بتاتا رہتا ہوں۔ وہ سیاست کے میدان میں بھی شجاع بھی تھے اور حکمت عملی کے مالک بھی تھے۔ ان کی باتیں موثر اور یقین آور تھیں، تأثیر گزار تھیں۔"

عوام پہ سچا اعتماد

ایرانی عوام سے عشق کی حد تک والہانہ محبت کرتے تھے۔

جناب جنرل قاسم سلیمانی نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے: "میرے عزیز ایرانی بھائیو اور بہنو، فخر آمیز اور سرخرو عوام جن پر میری اور میرے جیسوں کی جانیں ہزار بار قربان ہو جائیں، جیسا کہ آپ نے اسلام اور ایران پر لاکھوں جانیں قربان کر ڈالی ہیں۔"

اسی طرح اس عظیم انسان اور بے مثال عارف نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے: "میں ایک بات کرمان کے عزیز باسیوں کو کہنا چاہتا ہوں جو بہت عزیز ہیں اور انہوں نے دفاع مقدس کے آٹھ سالوں میں اعلی درجے کی فداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتہائی عظیم جرنیل اور مجاہد اسلام کی خاطر قربان کئے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کا احسان مند رہوں گا۔۔۔ میرے عزیزو۔۔، مجاہدین سے لے کر محاذ جنگ کی پشت پناہی کرنے والے عوام تک، انتہائی درجہ شوق اور خوشی سے کس قدر ایثار اور فداکاری کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور کتنے عظیم کارنامے انجام دے چکے ہیں۔۔۔ یہ سب کچھ خداوند متعال اور اسلام اور ابدی زندگی سے ان کے عشق، محبت اور ایمان کی بدولت ہے۔۔۔ ہم سب اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ ایسے زمانے میں اور ایسی قوم میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

شہید سلیمانی کے مکتب میں بھی عوامی کردار پر یہی سچا اعتماد اور ایرانی قوم اور امت مسلمہ سے عقیدت جلوہ گر ہے۔ وہ امام رح کے شاگرد اور پیروکار تھے اور اپنے مرشد و پیشوا کے نقش قدم پر گامزن رہتے ہوئے ایرانی عوام سے عشق کی حد تک والہانہ محبت کرتے تھے۔

جناب جنرل قاسم سلیمانی نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے: "میرے عزیز ایرانی بھائیو اور بہنو، فخر آمیز اور سرخرو عوام جن پر میری اور میرے جیسوں کی جانیں ہزار بار قربان ہو جائیں، جیسا کہ آپ نے اسلام اور ایران پر لاکھوں جانیں قربان کر ڈالی ہیں۔"

اسی طرح اس عظیم انسان اور بے مثال عارف نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے: "میں ایک بات کرمان کے عزیز باسیوں کو کہنا چاہتا ہوں جو بہت عزیز ہیں اور انہوں نے دفاع مقدس کے آٹھ سالوں میں اعلی درجے کی فداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتہائی عظیم جرنیل اور مجاہد اسلام کی خاطر قربان کئے ہیں۔ میں ہمیشہ ان کا احسان مند رہوں گا۔۔۔ میرے عزیزو۔۔، میں آپ کو اپنے ماں باپ اور بچوں اور بہن بھائیوں سے بڑھ کر چاہتا ہوں، کیونکہ میں نے ان سے زیادہ آپ کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ مزید برآں، میں ان کے جگر کا ٹکڑا تھا اور وہ میرے وجود کا حصہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے مجھے اپنا وجود آپ اور ایرانی قوم پر قربان کر دینے کی اجازت دے دی تھی۔"

سردار اسلام جنرل حاج قاسم سلیمانی نے عوام سے ایسا عشق امام خمینی رح کے مکتب سے سیکھا تھا۔ انہوں نے ایک تقریر کے دوران کہا: "میری بہنو، میرے بھائیو، میرے عزیزو، یہ قوم جس کے بارے میں امام رح نے خوبصورت ترین، محبت آمیز ترین اور روحانی ترین جملے بیان کئے ہیں اور اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے: ایرانی قوم جس کیلئے میری جان قربان ہو جائے۔ ایسی قوم جو امام رح جیسے عظیم انسان کی جان قربان ہو جانے کے لائق ہے، اس قوم کی راہ میں میری جان، حسین بادپا کی جان، جمالی کی جان، اللہ دادی کی جان اور ہمارے تمام شہداء کی جان قربان ہونے کے قابل ہے۔ یہ قوم جو شریف ہے، فداکار ہے، باوفا ہے، باتدبیر ہے اور عزت مند ہے، آج تمام قوموں کیلئے نمونہ اور کامیاب تجربہ ہے۔"

جنرل محمد رضا فلاح زادہ کہتے ہیں: "حلب میں وہ ذاتی طور پر عوام کو شہر سے خارج کرنے میں مدد کر رہے تھے۔ یعنی خود گاڑی کے ذریعے عام افراد کو محفوظ مقام پر پہنچا رہے تھے تاکہ باقی بھی زیادہ کام کریں۔ وہ ہمیشہ تاکید کرتے کہ عام شہریوں کو سردیوں کے موسم میں گرم لباس، کمبل اور دیگر سہولیات فراہم کریں۔ اسی طرح انہیں پانی، کھانا، صحت کی سہولیات اور علاج معالجے کی سہولت فراہم کرنے پر بہت زیادہ زور دیتے اور خاص خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے حلب، ابوکمال اور شام کے تمام علاقوں میں اپنی توانائیوں کا ایک

حصہ عام شہریوں کی حفاظت، رہائش، کھانے پینے کی اشیاء، صحت اور علاج معالجے پر صرف کر رکھا تھا۔ وہ اس طرح فعالیت انجام دیتے تھے کہ گویا یہ افراد ان کے سگے ماں باپ، بہن بھائی یا اولاد ہیں۔۔۔ جہاں تک ممکن ہوتا عام افراد کی ضروریات برطرف کرتے تھے

اقدار کی حفاظت

سردار اسلام جنرل جناب قاسم سلیمانی کا عقیدہ ہے: ''جو شخص بھی انقلاب کے اصولوں کا پابند ہوگا ہم اس کے ہاتھ چومیں گے۔ ہم سب مل کر اس کے ہاتھ چومیں گے۔ انقلاب کا اصول رہبر معظم انقلاب کی جانب توجہ دینا ہے، ولایت فقیہ کے اصول کو ماننا ہے۔''

انہوں نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے: ''اسلامی دنیا ہمیشہ قیادت کی محتاج ہے۔ ایسی قیادت جو معصومؑ سے متصل اور ان کی جانب سے شرعی اور فقہی طور پر منصوب ہو۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ پاکیزہ ترین عالم دین، جس نے

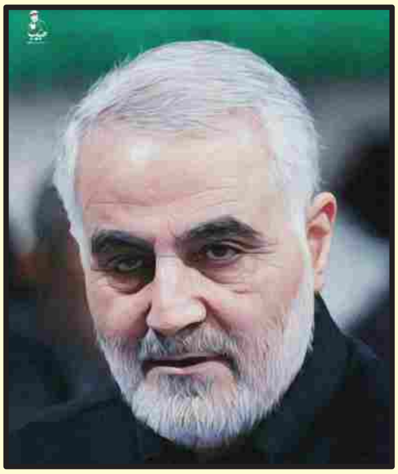

دنیا کو ہلا دیا اور اسلام کو زندہ کیا، یعنی ہمارے عظیم اور پاکیزہ خمینی رح، نے اس امت کیلئے ولایت فقیہ کو واحد نجات بخش نسخے کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ لہذا آپ، جو شیعہ ہونے کے ناطے اس پر مذہبی عقیدہ رکھتے ہیں یا آپ، جو اہلسنت ہونے کے ناطے اس پر عقلی عقیدہ رکھتے ہیں، جان لیں کہ تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسلام کی نجات کی خاطر ولایت کے خیمے کو ترک نہ کریں۔ یہ خیمہ، رسول اللہ ﷺ کا خیمہ ہے۔ اس کے گرد طواف کریں، واللہ، واللہ، واللہ، اگر اس خیمے کو نقصان پہنچتا ہے تو بیت اللہ الحرام اور مدینہ منورہ روضہ رسول خدا ﷺ اور نجف، کربلا، کاظمین، سامرا اور مشہد مقدس، کچھ باقی نہیں بچے گا۔ قرآن کو بھی نقصان پہنچے گا۔''

شہید قاسم سلیمانی اپنے وصیت نامے میں مزید لکھتے ہیں: ''میرے عزیز ایرانی بھائیو اور بہنو۔۔۔ اصولوں کی حفاظت کریں۔ اصول یعنی ولایت فقیہ۔ خاص طور پر اس عقل و تقویٰ کے پیکر، مظلوم اور دین، فقہ، عرفان اور معرفت میں کمال کے درجے پر فائز یعنی سید علی خامنہ ای کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز جانیں۔ ان کے احترام کو مقدسات کا احترام قرار دیں۔''

شہید قاسم سلیمانی کرمان کے باسیوں سے مخاطب ہو کر اپنے وصیت نامے میں لکھتے ہیں: ''میری خواہش ہے کہ کرمان ہمیشہ کیلئے اور آخر تک ولایت کے ساتھ رہے۔ یہ ولایت، علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی ولایت، اور ان کا خیمہ فاطمہؑ کے حسینؑ کا خیمہ ہے۔ اس کے گرد طواف کریں۔''

جنرل سلیمانی اپنے وصیت نامے میں حکومتی ذمہ داران کو مخاطب قرار دے کر لکھتے ہیں: ''اگر آپ آپس میں متحد رہنا چاہتے ہیں تو اتحاد کی شرط اصولوں پر اتفاق اور انہیں واضح انداز میں بیان کرنا ہے۔۔۔ یہ اصول چند بنیادی اصولوں پر مشتمل ہیں جن میں سب سے پہلے ولایت فقیہ پر عمل کے ساتھ عقیدہ رکھنا ہے۔ یعنی اس کی نصیحت پر توجہ دیں اور پورے خلوص نیت سے ایک حقیقی شرعی اور علمی طبیب ہونے کے ناطے اس کے مشوروں اور نصیحتوں پر عمل پیرا ہوں۔''

سماجی انصاف

جنرل سلیمانی کی نظر میں سماجی انصاف اور عوام پر توجہ اور انہیں درپیش مسائل اور مشکلات حل کرنا اہم تھا۔ ذمہ داری کی ادائیگی، اہم تھی۔

سپاہ کے بریگیڈیئر جنرل مہدی ایران منش کہتے ہیں: ''عام افراد کی جانب سے انہیں جو خطوط موصول ہوتے تھے، وہ ان کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ان میں ذکر شدہ مسائل کے حل کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے: جب کوئی مجھے خط لکھتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں اسے خط کا جواب دوں۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اسے خط کا جواب دوں۔''

سردار اسلام قاسم سلیمانی عوام اور مسلمانوں کی خوشی کے درپے تھے۔ وہ سماجی انصاف، دنیا سے ظلم و ستم کے خاتمے اور خطے اور دنیا میں ہر مظلوم کی حمایت کے خواہاں تھے۔

وہ جولائی 2018ء میں رمضان آپریشن کی یاد میں ہمدان میں منعقد ہونے والی ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''موجودہ حکومت اور تمام حکومتیں خدمت گزار ہیں اور ہر حکومت نے کچھ حد تک ملک کو ترقی دی ہے۔ لیکن اگر حکومتیں بعض نکات پر توجہ دیں تو اس کے حیران کن اثرات ظاہر ہوں گے۔ ممکن ہے ہم نظامت کے میدان میں معجزہ رونما نہ کر سکیں لیکن عوام میں خوشی، عدل و انصاف کی مرکزیت و محوریت، باہمی رواداری، بھائی چارہ اور مساوات ایجاد کر سکتے ہیں۔'' [ڈیلی شرق، 28 جولائی 2018ء]

انہوں نے یہ سوچ حقیقی محمدی ﷺ اسلام کے مکتب اور مکتب امام خمینی رح اپنائی تھی؛ مکتب امام خامنہ ای سے سیکھی تھی۔

انہوں نے ۲۸ ان ۲ مبر ۲۰۱۸ میں شہید باہنر یونیورسٹی کرمان میں کہا تھا: رہبر کی نظر میں حقیقی اسلام کے اہم معیاروں میں، ظلم کا مقابلہ، عدل و انصاف کا مطالبہ، مظلوموں کا دفاع، امید دلانا، اور معاشرے سے خوف اور جہالت کا خاتمہ ہے۔

وہ خود مکمل طور پر اسی دائرے میں اپنے تمام امور انجام دیتے۔ ان کی زندگی ظلم کے خاتمے، مظلوموں کے دفاع اور سماجی انصاف کے فروغ کی جدوجہد

سے بھرپور تھی۔ اپنے کاموں سے لوگوں کے دلوں میں اُمید کے چراغ روشن کرتے، معاشرے میں اطمینان اور آسودگی میں اضافہ کرتے اور سماجی مساوات کو عملی طور پر سب کو سکھاتے۔

مکتبِ سلیمانی نے سماجی انصاف کے معیار سے دنیا والوں پر ثابت کردیا ہے کہ سوشل ڈیموکریسی پر مبنی نظریہ اور دیگر مادی مکاتب فکر درپیش مسائل حل کرنے، امیر اور غریب کے درمیان فاصلہ ختم کرنے اور دنیا کی عوام کو مادی اور روحانی نعمتوں سے بہرہ مند کرنے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ انہوں نے عدالت کے راستے پر گامزن ہو کر مسلمانوں اور غیر مسلم افراد پر ثابت کردیا کہ موجودہ انسانی معاشرے کو درپیش مسائل کے حل کیلئے واحد نسخہ حقیقی محمدی ﷺ اسلام ہے۔

مکتبِ سلیمانی میں سماجی انصاف کا معیار اس حقیقی اسلام سے اخذ شدہ ہے جس کے بارے میں امام خمینی رح نے 5 دسمبر 1988ء کے دن فرمایا: ''میرے عزیز مجاہد بیٹو، آپ صرف ایک چیز کے بارے میں سوچیں اور وہ حقیقی محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی بنیادیں مضبوط بنانا ہے۔ ایسا اسلام جو مغرب خاص طور پر ظالم امریکہ اور مشرق خاص طور پر مجرم سوویت یونین کو ذلیل و رسوا کر کے مغلوب کردے گا۔ ایسا اسلام جس کے علمبردار دنیا بھر کے بے آسرا، مظلوم اور غریب افراد ہیں جبکہ اس کے دشمن دنیا بھر کے ملحد، کافر، سرمایہ دار اور پیسے کی پرستش کرنے والے افراد ہیں۔''

امام رح نے 3 اپریل 1989ء کے دن حقیقی محمدی ﷺ اسلام کے خدوخال واضح کرتے ہوئے آیت اللہ جنتی کے نام اپنے پیغام میں فرمایا: ''حقیقی محمدی ﷺ اسلام کی حدود مغرب کی سرمایہ داری اور مشرق کے جارح کمیونزم کے خلاف مقدس اور انقلابی غیض وغضب، غصے اور کینے پر مشتمل ہیں۔''

سماجی انصاف، حقیقی محمدی ﷺ اسلام کی راہ پر گامزن ہوئے بغیر اور اس کی حدود میں رہے بغیر تحقق پذیر نہیں ہوسکتا۔ جنرل سلیمانی اسی راہ پر گامزن، حقیقی عدالت کے درپے تھے۔

کشش اور مدافعت

بیرون ملک افراد کے ساتھ کام کرتے تھا اور وہ لوگ حاج قاسم کے لئے کام انجام دیتے۔ واقعاً ایران میں جو انداز خاص طور پر حزبُ الٰہی افراد کا ہے، ساری عمر ایسے کام نہ کر پائیں۔ سپاہ سلیمانی کا حلقہ انتہائی وسیع تھا۔ صرف یہ نہ تھا کہ وہ حزب الٰہی، خاص فکری اور حرموں کا دفاع کرنے والوں کے ساتھ کام کرتے، کہ البتہ ان کا اصلی دارومدار انہی پر تھا، لیکن میں بڑے دوٹوک انداز میں کہنا چاہتا ہوں حاج قاسم نے دنیا بھر سے بہت سوں کو اپنی سپاہ میں جذب کرلیا تھا۔''[مکتب سلیمانی، خصوصی ایڈیشن، ص ۸۴]

شہید قاسم سلیمانی کے چالیس سالوں سے دوست اور زیارات مقدسہ فاؤنڈیشن کے سرگرم ذمہ دار محترم علی مہاجرانی کہتے ہیں: ''وہ (شہید قاسم سلیمانی) بعض اوقات جھک کر مزدوروں کا ہاتھ چومتے تھے۔۔۔ جا کر ایک ایک مزدور کو گلے لگاتے اور چومتے تھے۔''[اسپشل ایڈیشن مکتب سلیمانی، صفحہ 84]

زیارات مقدسہ فاؤنڈیشن کے سربراہ انجینئر محمد جلال مآب کہتے ہیں: ''(ایران کے صوبے) خوزستان میں سیلاب کے دوران وہ عوامی سطح پر ایک ایک کے گھر جاتے تھے۔۔۔ ایک شخص اپنا گھر چھوڑنے پر تیار نہیں تھا۔ سیلاب اور اس کی جان کو درپیش خطرے کے پیش نظر اسے وہ علاقہ چھوڑ کر جانے پر راضی کرنے کی ضرورت تھی۔ جنرل سلیمانی گئے اور اس بوڑھے شخص کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور اس سے درخواست کی کہ آپ آج اپنی سلامتی اور حفاظت کی خاطر اس علاقے سے باہر نکل جائیں۔''[ایضاً، صفحہ 106]

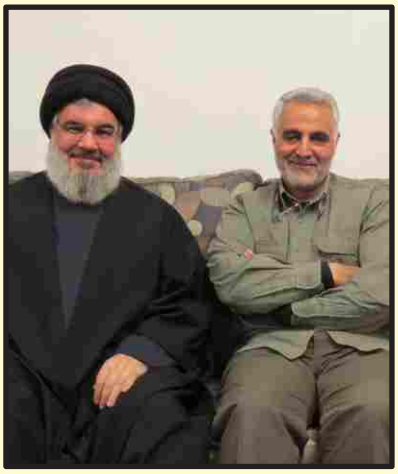

شہداء کے اہلخانہ سے تو ان کا برتاو انتہائی خوبصورت تھا۔

جنرل محمد رضا حسنی مکتب حاج قاسم فاونڈیشن سے بات چیت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''شہید سلیمانی کے پاس ایک ٹیلی فون ڈائری تھی جس میں انہوں نے 150 شہداء کے اہلخانہ کے فون نمبر لکھے ہوئے تھے۔ بعض اوقات ان میں سے چند اہلخانہ کو فون کرتے تھے۔ حاج قاسم کا بعض شہیدوں کی ماؤں سے خاص عقیدت تھی۔ شہید علی شفیعی کی والدہ سے بھی انہیں ایسی ہی عقیدت تھی اور بعض اوقات حتی شام سے بھی انہیں ٹیلی فون کرتے تھے۔''

جنرل سلیمانی کے ڈرائیور نصراللہ جہان شاہی نے ہفت روزہ صبح صادق سے بات چیت کرتے ہوئے کہا: ''حاجی اہل عمل تھے۔ اگر کرمان جاتے اور مختصر وقت کیلئے موقع میسر آتا تو کسی شہید کے اہلخانہ سے ملاقات کیلئے چلے جاتے۔ اگر تہران ہوتے اور ایک گھنٹہ فارغ ہوتے تو کسی شہید کے اہلخانہ سے ملنے چلے جاتے۔ جب مشہد جاتے تو جیسے ہی موقع ملتا شہدا کے اہلخانہ سے ملاقات انجام دیتے تھے۔''

دشمن شناسی

سردار اسلام جناب قاسم سلیمانی نے دشمن شناسی اور دشمن کی سازشوں کو درست انداز میں سمجھ کر اور عراق اور شام میں پیدا شدہ فتنوں کے حقیقی ذمہ داران کو پہچان کر 20 نومبر 2017ء کے دن اپنے مرشد کو خط میں لکھا: ''امریکہ کے اعلی ترین حکومتی عہدیدار، جو اس وقت صدارت کے عہدے پر فائز ہے کے

اعتراف کی روشنی میں ان تمام مجرمانہ اقدامات کی منصوبہ بندی اور اجرا، امریکہ سے مربوط رہنماوں اور تنظیموں نے انجام دیا ہے۔"

اس گرامی قدر عزیز نے 2009ء میں ایران کے اندر رونما ہونے والے فتنے کی مکمل پہچان اور دوست اور دشمن معین کرنے کے بعد اسی سال سپاہ پاسداران کی قدس فورس سے تعلق رکھنے والے افراد کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ کون آپ کا دوست اور کون آپ کا دشمن ہے تو آپ کیا کریں گے؟۔۔۔ فتنہ رات کی مانند ہے؛ تاریک ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کو جھنجوڑنا چاہئے؛ دھکا نہیں دینا چاہئے۔۔۔ دو چیزوں کے بارے میں اپنا موقف واضح کریں؛ اس چیز کے بارے میں جس کے بارے میں موقف واضح کرنا اہم ہے؛ ولایت فقیہ اور اسلامی جمہوری نظام ہے۔۔۔ جب آپ اپنا موقف واضح کریں گے تو ہم اسی تاریکی میں دوست کو بھی پہچان سکیں گے اور دشمن کو بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انقلاب مخالف عناصر ہم میں گھس چکے ہیں۔ ہمیں انقلاب مخالف عناصر کو انقلابی عناصر سے علیحدہ کرنا ہوگا۔"

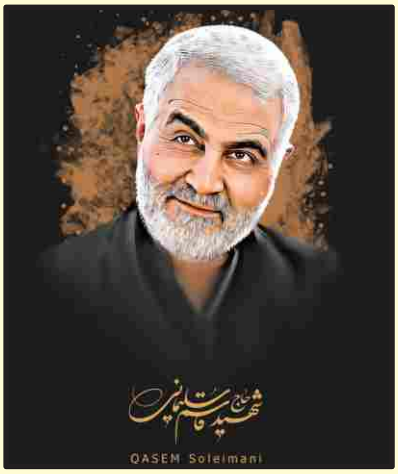

شہید قاسم سلیمانی نے 2018ء میں ہفتہ بسیج کی مناسبت سے کہا: "میں آپ کو محترم دوانی کی کتاب متعارف کروانا چاہتا ہوں جس کا نام ہے "کوفہ اور ابتدائی اسلامی صدیوں میں اس کا کردار"۔ میں نے بہت غور سے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ میں اس موضوع سے متعلق دیگر کتب کا مطالعہ بھی کر چکا ہوں۔ میں کیوں کہہ رہا ہوں کہ اس کا مطالعہ کیجئے؟ چونکہ ہر اہم تحریک میں اہم انحرافات بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر ان انحرافات کو نہ روکا جائے تو وہ موثر اور اہم تحریک بعض کی توجہ اور لالچ کا شکار ہونے کے باعث نقصان کا شکار ہو سکتی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ معاویہ کے زمانے میں وہ امیر المومنین امام علی علیہ السلام سے پہلے والے خلفاء سے نہیں الجھتا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ خلفاء بھی اس سے نہیں الجھتے تھے۔۔۔؛ بالکل ایسی ہی صورتحال تھی جیسے آج کی دنیا میں ہمیں درپیش ہے۔ بہت سے ممالک ایسے ہیں جن سے امریکہ اور صہیونی رژیم کو کوئی لینا دینا نہیں ہے؛ لیکن وہ ہمارے ملک کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں۔ یہ مسئلہ بالکل اس تضاد کی مانند ہے جو امیر المومنین امام علی علیہ السلام اور معاویہ کے اسلوب اور سیاست میں تھا۔ عادل امام، اسلامی حکومت کے ایک حصے پر فاسق عناصر کا اقتدار برداشت نہیں کر سکتا تھا۔"

امریکہ اور استکباری قوتوں کی جنرل سلیمانی سے دشمنی کی وجہ اس عظیم شہید کی دشمن شناسی اور دشمن کی مخالفت ہے اور امریکہ کے خلاف ان کا ڈٹ جانا ہے۔

سید حسن نصر اللہ شہید حاج قاسم سلیمانی کی شہادت کی مناسبت سے منعقدہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں: "امریکی خطے میں جہاں بھی جاتے ہیں اپنے مدمقابل حاج قاسم سلیمانی کو پاتے ہیں۔ شام جاتے ہیں، حاج قاسم کو دیکھتے ہیں۔ عراق میں، لبنان میں، یمن میں اور افغانستان میں اور اسلامی مزاحمتی بلاک سے مربوط ہر جگہ اپنے سامنے جناب قاسم سلیمانی کو دیکھتے ہیں۔ اسرائیل بھی قاسم سلیمانی کو اپنے مدمقابل سب سے زیادہ خطرناک شخص کے طور پر دیکھتا تھا۔"

امام خامنہ ای مدظلہ العالی نے 8 جنوری 2020ء کے دن فرمایا: "یہ شخص، ہمارا عزیز شہید، حاج قاسم سلیمانی ان تمام سازشوں کا مقابلہ کرنے اور اس مغربی ایشیا خطے میں انہیں ناکام بنانے میں کامیاب رہا، جو پیسے کے بل بوتے پر، امریکیوں کی وسیع پروپیگنڈہ مشینری کے سہارے، امریکہ کی سفارتی طاقت اور امریکی حکمرانوں کی ان منہ زور پالیسیوں کے تحت تیار کی گئی تھیں جو عام طور پر دنیا کے سیاستدانوں، خاص طور پر کمزور ممالک کے خلاف انجام دیتے ہیں۔"

عالمگیر نگاہ

ایران کی وزارت خارجہ کے سابق مشیر حسین شیخ الاسلام کہتے ہیں: "جناب قاسم سلیمانی کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک بین الاسلامی فوج کی مدد سے داعش کو نابود کیا ہے۔ قاسم سلیمانی نے لبنانی، فلسطینی، عراقی، افغانستانی اور دیگر شہریوں کی مدد سے داعش کا خاتمہ کیا۔ یہ قاسم سلیمانی کا سب سے عظیم کام شمار ہوتا ہے جس نے دشمن کے کارآمد ہتھکنڈوں کو ناکام بنایا۔" [خصوصی ایڈیشن مکتب سلیمانی، صفحہ 117۔ جناب شیخ الاسلام 5 مارچ 2020ء کے دن وفات پا گئے ہیں۔]

اسلامی جمہوریہ ایران کے سابق وزیر خارجہ جناب متکی کہتے ہیں: "اسلام کی تاریخ میں پہلی بار جناب قاسم سلیمانی نے ایک ایسا لائحہ عمل ایجاد کیا جس کے باعث حرم کے دفاع کی سوچ بین الاقوامی بن گئی، اور ہم نے دیکھا کہ ایک دم سے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے گروہ، فاطمیون، زینبیون، علویون وغیرہ نے اہلبیت علیہم السلام کا پرچم تھام کر ان کے دفاع کیلئے عراق کے محاذ پر لڑنا شروع کر دیا۔ یوں مزاحمت کا عنصر ایک اکسیر بن کر خطے کے بدن میں پھیل گیا۔" [خصوصی ایڈیشن مکتب سلیمانی، صفحہ 161]

سید حسن نصر اللہ کہتے ہیں: "(عراق میں داعش کی موجودگی کے دوران) رات کے بارہ بجے تھے جب وہ میرے پاس پہنچے۔ مجھے یاد ہے کیونکہ انہوں نے کہا تھا اس وقت رات کے بارہ بجے ہیں۔ مجھے سورج طلوع ہونے تک 120 لبنانی فیلڈ کمانڈرز آپ نے فراہم کرنے ہیں! میں نے کہا حاجی، اس وقت

رات کے بارہ بجے ہیں۔ میں کہاں سے آپ کے لئے 120 فیلڈ کمانڈر اکٹھے کروں؟ وہ کہنے لگے ہمارے پاس کوئی اور راہ حل نہیں ہے۔ یہ واحد درخواست تھی جو انہوں نے ہم سے کی اور وہ بھی عراق کیلئے تھی اور اس میں انہوں نے ہم سے فیلڈ کمانڈر مانگے تھے۔ پھر وہ میرے پاس رکے رہے اور ہم نے برادران میں سے ایک ایک سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ ہم 60 فیلڈ کمانڈر اکٹھے کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان میں سے کچھ برادران ایسے تھے جو شام کے محاذ پر تھے۔ ہم نے انہیں حکم دیا کہ دمشق ایئرپورٹ پہنچ جائیں۔ بعض برادران لبنان میں ہی تھے۔ ہم نے انہیں جگایا اور گھر سے باہر تیار کروا لائے، کیونکہ حاجی کا کہنا تھا کہ میں ان سب کو اپنے ساتھ اسی پرواز میں لے کر جانا چاہتا ہوں۔ نماز فجر کے بعد وہ سب دمشق چلے گئے اور حاج قاسم کے جہاز نے جب دمشق کو ترک کیا تو حزب اللہ کے پچاس یا ساٹھ یا اس سے کچھ زیادہ فیلڈ کمانڈران کے ہمراہ تھے۔" [خصوصی ایڈیشن مکتب حاج قاسم، صفحہ 154]

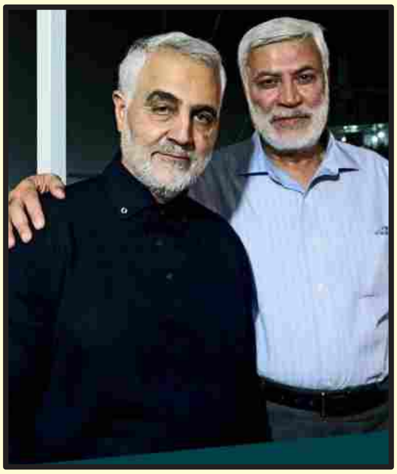

لبنان، شام، عراق، افغانستان، یمن اور فلسطین کے یہ تمام عظیم معرکے اسلام کی عالمی رضا کار فورس (بسیج) کے باعث تھے۔ مدافعین حرم کی تحریک، دنیا بھر میں اسلام کے سپاہیوں کی اس عظیم بسیج کی ایک شاخ تھی۔ مکتبِ شہید سلیمانی ان تمام حقائق اور واقعات کا مظہر ہے۔

وہ گراں قدر جرنیل، 5 مارچ 2020ء کے دن شہدائے مدافع حرم کے اہلخانہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "آپ سب ایک مشترکہ خصوصیت کے حامل ہیں اور اس خصوصیت نے انقلاب کی روح اور رگوں میں ایک نئی ثقافت جاری کر دی ہے اور ایک نئی ثقافت کی بنیاد ڈال دی ہے جسے مدافعین حرم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شام میں پیدا ہونے والے بحران کے آغاز میں جب میں یہ نام متعارف کروانا چاہتا تھا تو اس بارے میں بہت سوچا کہ اگر اسلامی دنیا سے حرم کا دفاع کرنے والوں کو جذب کریں تو اس کا کیا نام رکھا جائے؟۔۔۔ دیکھا کہ اس جہادی فعالیت کیلئے جو سب سے زیادہ پرکشش نام رکھا جا سکتا ہے تو وہ مدافعین حرم کا نام ہے۔"

ہر دلعزیز سلیمانی نے اپنے زمانے کے ولی فقیہ امام خامنہ ای مدظلہ العالی کی سرپرستی میں دنیا میں ایسی منصوبہ بندی کی جس کے نتیجے میں خطے اور دنیا میں امریکہ اور غاصب صہیونی ریاست کی طاقت زائل ہونے لگی اور اسلام کی عالمی بسیج فورسز کو دشمن کے قلب تک لے گئے۔

امام خامنہ ای مدظلہ العالی نے شہدائے مدافع حرم کے اہلخانہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اسلامی جمہوریہ ایران آج اس بات پر فخر محسوس کرتا ہے کہ غاصب صہیونی ریاست کی سرحدوں کے قریب ہماری فورسز موجود ہیں؛ چاہے یہ ہماری اپنی فورسز ہیں یا حزب اللہ کے افراد یا اسلامی مزاحمت کے مجاہد یا امل تنظیم کے افراد۔۔۔ یہ اسلام اور جمہوریہ اسلامی کیلئے بہت بڑا فخر ہے۔" [مدافع حرم، صفحہ 31]

مختلف ممالک جیسے ایران، عراق، شام، لبنان، افغانستان اور پاکستان سے تعلق رکھنے والے مجاہد جو سب حرم کے دفاع اور اسلام کیلئے جمع ہوئے ہیں اسرائیل کی سرحدوں تک پہنچ چکے ہیں۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے شہدائے مدافع حرم کے قابل عزت اور احترام اہلخانہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اگر ان مزارات کا دفاع نہ کیا جاتا، جو البتہ ہمارے جوانوں نے کیا اور اس عظیم تعداد میں عراقی اور غیر عراقی جوان شامل تھے جنہوں نے فعالیت انجام دی، تو یہ کینہ توز اور خبیث دشمن اہلبیت اطہار علیہم السلام کے مزاروں کی بے حرمتی کرتے۔ شاید اگر ان کا بس چلتا تو ان مقدس مقامات کو مسمار کر ڈالتے اور مٹی سے ملا دیتے۔ لیکن ان جوانوں نے انہیں اس کام کی اجازت نہیں دی۔ البتہ وہاں ہمارے افراد کی تعداد بہت کم ہے، عراق میں بھی اور شام میں بھی۔ زیادہ تر مجاہدین اسی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس اہم واقعے میں ہمارے جوانوں کی شرکت ان کیلئے بہت فائدہ مند ہے۔"

امام خامنہ ای مدظلہ العالی نے شہدائے فاطمیون کے عزیز اہلخانہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "(افغان اور مشہد اور خراسان کے خاوری شہریوں) کے محترم والدین نے پھولوں کے گلدستے جیسے ان جوانوں کو اہلبیت اطہار علیہم السلام کے روضوں کا دفاع کرنے کیلئے بھیجا۔۔۔ دفاع کیلئے پیش قدم ہونے والے گروہوں میں سے ایک، ہمارے ہزارہ بھائی تھے۔

مزاحمت اور استقامت

عراق اور شام میں داعش کے خلاف جنگ کے دوران بھی، ایران عراق آٹھ سالہ مسلط جنگ کی مانند سلیمانی استقامت اور پائیداری کی علامت بن کر سامنے آئے۔

عراق کی عوامی رضا کار فورس حشد الشعبی کے ترجمان احمد الاسدی کہتے ہیں: "جنرل قاسم سلیمانی ہمیشہ اکثر فوجی آپریشنز میں موجود ہوتے ہیں اور میری نظر میں ہماری تمام تر تزویراتی ہدایات ان کی جانب سے پیش کردہ بریفنگز اور گائیڈنس کی بنیاد پر جنم لیتی ہیں۔"

جناب مسعود بارزانی کہتے ہیں: "داعش اربیل کے دروازے تک پہنچ چکی تھی اور ہم اس بات کا خوف محسوس کر رہے تھے کہ شہر عنقریب اس کے قبضے میں آ جائے

گا۔ میں نے داعش کے حملے کے بعد امریکی حکام، ترک حکام، برطانیہ، فرانس اور حتی سعودی عرب کے حکومتی ذمہ داران سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا لیکن ان سب نے مجھے جواب دیتے ہوئے کہا کہ فی الحال ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔۔۔ میں نے فوراً جنرل قاسم سلیمانی کو فون کیا اور انہیں حالات کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ انہوں نے مجھے کہا: میں کل نماز فجر کے بعد اربیل پہنچ جاوں گا۔ میں نے انہیں کہا: کل بہت دیر ہو جائے گی، ابھی پہنچیں۔ جنرل قاسم سلیمانی نے کہا: کاک (برادر) مسعود صرف آج رات شہر کو سنبھالیں۔ اگلے دن صبح حاج قاسم اربیل ایئرپورٹ پر تھے۔ میں ان کے استقبال کیلئے گیا۔ وہ اپنی اسپشل فورس کے پچاس افراد کے ہمراہ آئے تھے۔ وہ تیزی سے جھڑپوں والی جگہ گئے اور پیشمرگہ فورسز کی تنظیم نو انجام دی۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر محاذ جنگ کا نقشہ تبدیل ہو گیا۔ ہم نے بعد میں ایک گرفتار ہونے والے داعش کے کمانڈر سے پوچھا کہ آپ تو اربیل فتح کرنے والے تھے، پھر اچانک کیا ہوا کہ یکدم پسپائی شروع کر دی؟ اس گرفتار داعشی نے ہمیں بتایا: ''اربیل میں ہمارے جاسوسوں نے ہمیں خبر دی کہ قاسم سلیمانی اربیل ہیں۔ یہ خبر سن کر ہمارے افراد کے حوصلے پست ہو گئے اور ہم نے عقب نشینی شروع کر دی۔''

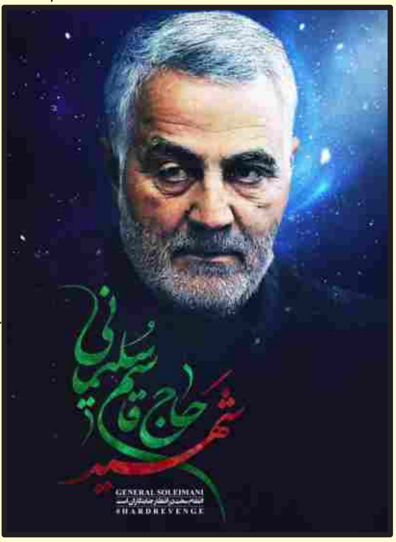

سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی صوبہ خراسان جنوبی کے سربراہ جنرل علی قاسمی کہتے ہیں: ''آپریشنز میں جنرل سلیمانی کی موجودگی تمام افراد کے حوصلے بلند ہونے کا باعث بنتی تھی اور انہیں قوت قلب عطا کرتی تھی۔۔۔ وہ ہمیشہ خود علاقے اور میدان میں حاضر ہوتے تھے۔'' [اسپشل ایڈیشن حاج قاسم، صفحہ 59]

جنرل سلیمانی کے مشیر جنرل حسن پلارک کہتے ہیں: ''جب 1999ء میں خبر پہنچی کہ طالبان نے حملہ کر دیا ہے اور بہت جلد افغانستان سقوط کر جائے گا تو وہ صبح 8 بجے افغانستان روانہ ہو گئے۔'' [اسپشل ایڈیشن ڈیلی اطلاعات، 13 فروری 2020ء، صفحہ 49]

سید حسن نصراللہ مزید کہتے ہیں: ''حاج قاسم ہمیشہ موت کے منہ میں جاتے تھے، فرنٹ لائن پر جاتے تھے۔۔۔ جولائی 2006ء میں 33 روزہ جنگ کے دوران وہ تہران سے دمشق تشریف لائے۔ انہوں نے وہاں سے مجھے فون کیا اور کہنے لگے: میں آپ کے پاس جنوبی ضاحیہ (جنوبی لبنان کا علاقہ) آنا چاہتا ہوں۔ ہم نے جواب دیا: کیا مطلب؟ یہ بالکل بھی ممکن نہیں ہے۔ تمام پل تباہ کر دیے گئے ہیں۔ ہمارے راستے بند ہیں۔ اسرائیل کے جنگی طیارے ہر چیز کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ صورتحال مکمل طور پر جنگی ہے۔ بالکل ممکن نہیں کوئی ضاحیہ اور بیروت پہنچ سکے۔ لیکن شہید قاسم سلیمانی نے اصرار کیا اور کہنے لگے: اگر آپ گاڑی نہیں بھیجیں گے تو میں خود ہی چل پڑوں گا اور وہاں آ جاوں گا! انہوں نے بہت زیادہ اصرار کیا اور ہم تک پہنچ گئے۔ وہ جنگ کے دوران پوری مدت ہمارے پاس رہے۔'' [ایضاً، صفحہ 153]

ناب جنرل قاسم سلیمانی نے کہتے ہیں: ''ایک بار رہبر معظم انقلاب نے مجھے بلایا اور آگے آنے کا اشارہ کیا۔ جب میں ان کے قریب گیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ انہوں نے کتاب کھولی اور چند شہداء کی تصاویر مجھے دکھائیں؛ شہید باکری، شہید باقری اور شہید زین الدین۔ ان تصاویر میں ایک تصویر میری تھی۔ رہبر معظم انقلاب نے مجھے کہا کہ آپ کی تصویر باقی تصاویر سے کیا مناسبت رکھتی ہے؟ چونکہ وہ میری جوانی کی تصویر تھی لہذا میں نے جواب دیا: ہم سب ہم عمر تھے۔ رہبر معظم انقلاب نے کہا: انہوں نے اپنی شرعی ذمہ داریاں انجام دیں اور چلے گئے۔ خداوند متعال کی مصلحت یہ تھی کہ آپ رہ جائیں اور ایسے کام انجام دیں جو شاید ان کے کاموں سے کہیں زیادہ مشکل ہیں۔ اگر آپ نہ ہوں تو کون یہ کام انجام دے گا؟

کتاب اور مطالعہ سے عشق

شہداء کی کتابوں جیسے؛ ریڈیو، بٹالین 409، میں زندہ ہوں، جب چاند کھو گیا اور صوبوں کرمان، سیستان و بلوچستان اور ہرمزگان میں شہداء کے بارے میں صوبائی سطح پر منعقد ہونے والے سیمینارز میں شائع ہونے والی کتابوں پر یادگار نوٹ، جنرل سلیمانی کے کتاب اور کتاب خوانی سے عشق کا ایک نمونہ ہیں۔

شہید حاج علی محمدی پور کی زندگی پر تحریر کی گئی کتاب ''سہ گانہ ای برای یگانہ'' کے مصنف محمد رضا بایرامی کے نام خط میں شہید قاسم سلیمانی لکھتے ہیں: ''میں اس شہید کو گذشتہ کئی سالوں سے جانتا ہوں جس کے بارے میں آپ نے کتاب لکھی ہے۔ ہم اکٹھے بڑے ہوئے ہیں، اکٹھے محاذ جنگ پر گئے تھے، اکٹھے جنگ والے علاقے میں رہے ہیں اور اکٹھے فوجی آپریشنز میں شرکت کی تھی ۔۔۔ میں نے رات بھر صبح تک بیٹھ کر آپ کی کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور خوب رویا، اور خوب رویا۔ میں آپ کے ہاتھ چومتا ہوں۔ لیکن ہمارے شہداء خود اتنے عظیم ہیں؛ ہمیں ضرورت نہیں کہ ان کے بارے میں حقیقت سے بڑھ کر بات کریں۔''

سازمان تبلیغات اسلامی (اسلامی تبلیغ کا ادارہ) کے شعبہ فنون لطیفہ کے سابق سربراہ محترم محسن مومنی شریف کہتے ہیں: ''شہید قاسم سلیمانی آج سے چوبیس یا پچیس برس پہلے کتاب کی صورت میں شہداء کے حالت زندگی شائع ہونے کی

اہمیت درک کر چکے تھے اور اپنے ساتھی شہداء کے بارے میں کتاب لکھے جانے کی عملی کوششوں کا آغاز کر چکے تھے۔۔۔شہید قاسم سلیمانی نے شہید علی خوش لفظ کی یادوں پر مبنی کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور اس بارے میں کہا کرتے تھے کہ میں نے یہ کتاب اس وقت پڑھی جب میں بغداد سے کردستان کے علاقے کی جانب سفر کر رہا تھا اور بہت اچھے موڈ میں تھا۔یعنی ہمارا یہ جنرل ایسے حالات میں بھی کتاب کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔" [ویب سائٹ بابلیان، 16 فروری 2020ء]

جنرل سلیمانی کہا کرتے تھے: کتاب ''الغارات'' جو سب سے زیادہ پرانی شیعہ کتاب ہے، کا مطالعہ کریں۔اس کا ضرور مطالعہ کریں! یہ پوری مجلس ہے۔اگر آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو آج اس حکومت کے بارے میں جو درحقیقت امام علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی حکومت کا تسلسل ہے، زیادہ آگاہی کے ساتھ اور ہر قسم کے ذاتی اور سیاسی تعصبات سے بالا تر ہو کر اظہار خیال کریں گے اور اس کا دفاع کریں گے۔''

شہید قاسم سلیمانی نے 2018ء میں ہفتہ بسیج کی مناسبت سے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''میری آپ سے عاجزانہ گزارش ہے کہ امیر المومنین امام علی علیہ السلام کی چار سالہ حکومت کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کریں۔'' بہت اچھا ہے کہ ہم ان کتب کا مطالعہ کریں تا کہ ان (امام علی علیہ السلام) کی باتیں، فرامین اور ارشادات سن اور دیکھ سکیں۔ میں محترم دوانی کی کتاب ''ابتدائی اسلامی صدیوں میں کوفہ اور اس کا کردار'' آپ کی خدمت میں مطالعہ کیلئے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کتاب اگرچہ بڑی ہے لیکن اہم ہے۔مرحوم علی دوانی مصنف کے والد تھے جو بہت بڑے تاریخ دان اور تاریخ نویس تھے۔ انہوں نے اس کتاب کا مقدمہ تحریر کیا ہے جو انتہائی اہم ہے۔ میں کیوں اس کے مطالعہ پر زور دے رہا ہوں؟ چونکہ ہر اہم تحریک میں اہم انحرافات بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر ان انحرافات کا مقابلہ نہ کیا جائے تو وہ موثر اور اہم تحریک بعض عناصر کی توجہ اور لالچ کا مرکز ہونے کے ناطے نقصان برداشت کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔''

اسی طرح شہید قاسم سلیمانی 2014ء میں ہفتہ دفاع مقدس کی مناسبت سے اپنی تقریر میں کہتے ہیں: س: ''میرا ایسے افراد کو جنہوں نے جنگ کا زمانہ دیکھا ہے اور ایسے افراد کو بھی جنہوں نے جنگ کا زمانہ نہیں دیکھا، یہ مشورہ ہے کہ وہ دفاع مقدس (انقلاب اسلامی پر عراقی مسلط جنگ) کے بارے میں لکھی گئی کتابوں اور تحریروں کا مطالعہ کریں۔شاید ان کتابوں میں سب سے زیادہ حقیقی تربیتی اثرات موجود ہوں گے۔ اگر آپ غور کریں تو دیکھیں گے کہ رہبر معظم انقلاب نے جن کتابوں کے مطالعہ پر زور دیا ہے ان میں سے انہوں نے سب سے زیادہ تاکید انہی دفاع مقدس سے مربوط کتابوں پر کی ہے۔ شاید یہ کہنا بجا ہو گا کہ کم ہی ایسی کتاب ہو گی جو شائع ہوئی ہو اور ان کی رسائی تک پہنچی ہو اور انہوں نے اس کا مطالعہ نہ کیا ہو یا اس پر یادگار نوٹ نہ لکھا ہو۔اس کی اصل وجہ بھی یہ ہے کہ ان تحریروں میں ایک ایسی حقیقت پائی جاتی ہے جو بہت زیادہ متاثر کرنے والی اور اثر گذار ہے۔''

ایثار و شہادت طلبی کا جذبہ

ان کے شوق شہادت اور آرزو و خواش کے سینکڑوں واقعات موجود ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ اس شہادت کے طالب نے اس آرزو کو پانے کیلیے کون کون سے محاذ پہ کہاں کہاں خود کو پہنچایا ہے، یہ انکا مکتب تھا، یہ جذبہ بھی انہیں امام خمینی اور رہبر معظم سید علی خامنہ ای کے مکتب میں ملا تھا اس لیے کہ انہوں نے اسی مکتب میں پرورش پائی تھی، بریگیڈیئر جنرل پاسدار محمد رضا فلاح زادہ کہتے ہیں: وہ شامیں تمام حملوں اور محاذوں پر سب سے آگے والے مورچوں میں موجود رہے، حلب کے علاقے باشکوی میں داعش نے انہیں براہ راست فائرنگ کا نشانہ بنایا۔حلب کے جنوب میں واقع سابقیہ میں ان کی گاڑی پر برسٹ مارے گئے ،حلب کے قلعے میں دشمن کے سنائپر زشوٹرز نے انہیں نشانہ بنایا، حماہ کے شمال میں دشمن کے خودکش بمبار نے ان کے قریب آکر خود کو دھماکے سے اڑا دیا، مسلح عناصر کے میزائل انکے قریب آکر پھٹے، وہ پہلے شخص تھے جو محاصرے کا شکار شہر حلب میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے داخل ہوئے۔ان کے ہیلی کاپٹر کو بھی دشمن نے نشانہ بنایا، راستے میں بھی النصرہ فرنٹ کی 23 نمبر توپ سے براہ راست ہوائی اڈے کے رن وے کو نشانہ بنایا، اسی طرح وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے تدمر ایئر پورٹ پر لینڈ کر کے اسے کھلوایا، اسی طرح وہ ہر محاذ پہ سب سے آگے ہوتے تھے، مجاہدین کے حوصلے بڑھاتے، ان کے آنے سے مجاہدین بلند حوصلہ اور دشمن کی نیندیں حرام ہو جاتی تھیں جیسے ان کی موت آ گئی ہو،

ان کے پیشوا امام خامنی ای نے 3 جنوری 2020 کے دن فرمایا؛ حاج قاسم سو بار شہادت کے قریب پہنچ چکے تھے۔۔خدا کی راہ میں شرعی ذمہ داری کی انجام دہی میں، جہاد فی سبیل اللہ میں انہیں کسی چیز کی کوئی پروا نہیں تھی، وہ کسی چیز کی پروا نہیں کرتے تھے، نہ دشمن کی پروا کرتے تھے، نہ لوگوں کی باتوں کی پروا کرتے تھے، ہمارے بہت لوگ شہید ہوءے ہیں جرنیلوں میں بھی بہت جرنیل شہید ہیں، عام افراد میں بھی کافی تعدا میں لوگ شہید ہیں، لیکن ایسا شہید جو دنیا کے خبیث ترین انسانوں یعنی امریکیوں کے اپنے ہاتھوں شہید ہوا ہو اور وہ اس بات پہ فخر محسوس کریں، کہ اسے شہید کرنے میں کامیاب رہے ہیں، ایسا شہید میرے ذہن میں حاج قاسم کے علاوہ کوئی نہیں ہے، یہ اس کا جہاد، جو عظیم جہاد تھا۔خداوند متعال نے ان کیلئے شہادت بھی عظیم شہادت قرار دی ہے، حاج قاسم کو اسی انداز میں شہید ہونا چاہیے تھا۔۔یہ ان کی آرزو تھی، وہ شہید ہونے کیلئے گریہ کیا کرتے تھے، شہادت کا شوق اس قدر تھا کہ ان کے آنسو جاری ہو جاتے تھے، انکی آرزو پوری ہوئی ہے۔

گفتارِ دلنشین

ولی امر المسلمین آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای کے دلنشیں اور فکر افروز اقوال

رہبر معظم آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای نے اپنے ایک پیغام میں یمن میں ایرانی سفیر شہید حسن ایرلو کی شہادت پر تعزیت وتہنیت پیش کی ہے۔

رہبر انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے یمن میں ایرانی سفیر شہید حسن ایرلو کی شہادت پر تعزیتی پیغام ارسال کیا ہے۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی نے شہید حسن ایرلو کے اہلخانہ، دوستوں اور ساتھیوں کو تعزیت اور تسلیت پیش کرتے ہوئے فرمایا: شہید حسن ایرلو نے سیاسی، سفارتی اور سماجی میدانوں میں بھر پور کوشش اور جدوجہد کے شاندار نقوش رقم کئے جوان کی مجاہدانہ زندگی کا بہترین نمونہ ہیں۔ شہید کے دو بھائی بھی اس سے قبل درجہ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالی اس صابر، بصیر اور فداکار خاندان پر رحمت نازل فرمائے۔ اس سے قبل اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر سید ابراہیم رئیسی، پارلیمنٹ کے اسپیکر محمد باقر قالیباف اور وزیر خارجہ حسین امیر عبداللہیان نے بھی یمن میں ایران کے سفیر کی شہادت پر تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ یمن میں ایرانی سفیر شہید حسن ایرلو نے یمنی عوام کی مظلومیت اور حقانیت کے دفاع میں بھر پور کردار ادا کیا۔

انہوں نے اپنے علیحدہ علیحدہ پیغام میں شہید حسن ایرلو کی شہادت پر گہرے دکھ اور غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شہید ایرلو نے دفاع مقدس میں بھی نمایاں کارنامے انجام دیئے اور وہ آٹھ سالہ مسلط کردہ جنگ میں کیمیاوی ہتھیاروں کے ذریعہ زخمی بھی ہوئے تھے۔ شہید حسن ایرلو نے اپنی بابرکت عمر انقلاب اسلامی کی حفاظت اور ترویج میں بسر کی اور انھوں نے اس سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

رہبر انقلاب اسلامی نے انسانی حقوق کے نام نہاد دعویداروں کو حقیقت بیان کرتے ہوئے، انہیں ایرانی عوام کے خلاف صدام کے وحشیانہ جرائم میں برابر کا شریک قرار دیا ہے۔

رہبر اسلامی آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے اکیس نومبر کو ایران کے صوبہ ایلام کے تین ہزار شہیدوں کی یاد میں منعقدہ سیمینار کے منتظمین سے ملاقات میں، انسانی حقوق کے دعویداروں کی حقیقت بیان کی۔ رہبر انقلاب اسلامی کا یہ بیان جمعرات کو سیمینار میں نشر کیا گیا۔ رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے فرمایا کہ انسانی حقوق کے دعویدار وہی ہیں جنہوں نے ایرانی عوام کے خلاف عراق کے ڈکٹیٹر صدام کے وحشیانہ جرائم میں اس کا بھر پور ساتھ دیا تھا۔ آپ نے اپنے اس خطاب میں یاد دہانی کرائی کہ تیئیس فروری انیس سو چھیاسی کو ایلام میں فٹبال میچ کے دوران صدام حکومت کی وحشیانہ بمباری میں متعدد کھلاڑی اور تماشہ بین شہید ہو گئے تھے۔

رہبر انقلاب اسلامی نے فرمایا کہ سامراجی طاقتوں کی نرم جنگ یا سافٹ وار کا ایک طریقہ جو ہمیشہ رہا ہے اور آج بھی جاری ہے اور ماضی میں کچھ زیادہ ہی تھا، وہ یہ ہے کہ ہماری قوم اور اسی طرح دیگر قوموں کو جو کہ غیر معمولی ذہانت کی مالک ہیں، ان کی توانائیوں سے غافل کریں اور ان کو اس طرح بنا دیں کہ وہ خود اپنی توانائیوں کا ہی انکار کرنے لگیں۔

رہبر انقلاب اسلامی نے فرمایا کہ اگر کسی قوم میں یہ سوچ پیدا ہو جائے کہ اس کے اندر صلاحیت نہیں پائی جاتی تو اس کو لوٹنا اور تباہ و برباد کرنا آساں ہو جاتا ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اہل سنت کی روایات میں

از: نسیم

حضرت فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں تمام احادیث کو اہلسنت کے کتابوں سے حوالہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

قال رسول الله إذا كانَ يَومُ القيامَةِ نادى مُنادٍ يا أَهلَ الجَمعِ غُضُّوا أَبصارَكُم حتى تَمُرَّ فاطمة

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت ایک منادی نداء دے گا کہ اے اہلِ قیامت اپنی آنکھوں کو بند کرلو، کیونکہ اب یہاں سے فاطمہ کا گزر ہونے والا ہے،(1)

قال رسول الله كُنتُ إذا اشْتَقْتُ إلى رائحةِ الجنَّةِ شَمَمْتُ رَقَبَةَ فاطمة،

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جب بھی جنت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہ سے اس خوشبو کو سونگھتا ہوں،(2)

قال رسول الله حَسْبُكَ مِنْ نساءِ العالَمينَ أَربَع: مَريَم وَآسيَة وَخَديجَة وَفاطمَة،

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام جہانوں میں فقط چار عورتیں بہترین ہیں، مریمؑ، آسیہؑ، خدیجہؑ اور فاطمہؑ،(3)

قال رسول الله يا عَلِي هذا جبريلُ يُخبِرُني أَنَّ اللهَ زَوَّجَكَ فاطمة،

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ ابھی مجھے جبرائیلؑ نے خبر دی ہے کہ خداوند نے فاطمہؑ کی شادی تم سے کردی ہے،(4)

قال رسول الله ما رَضِيتُ حتّى رَضِيَتْ فاطمة،

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کبھی بھی کسی سے راضی نہیں ہوا، مگر یہ کہ فاطمہ اس سے راضی ہوجائے،(5)

قال رسول الله يا عَلِيّ إنَّ اللهَ أَمَرَني أَنْ أُزَوِّجَكَ فاطمة،

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ خداوند نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کی شادی تم سے کردوں،(6)

قال رسول الله إنّ اللهَ زَوَّجَ علياً مِنْ فاطمة،

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوند نے علیؑ کی شادی فاطمہؑ سے کی ہے۔(7)

قال رسول الله أَحَبُّ أَهلِي إليَّ فاطمة،

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اہلبیتؑ میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب فاطمہؑ ہے،(8)

قال رسول الله خَيْرُ نِساءِ العالَمين أَربَع: مَريَم وَآسية وَخَديجة وَفاطمة،

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہان کی تمام عورتوں کی سردار چار خواتین ہیں۔ مریمؑ، آسیہؑ، خدیجہؑ اور فاطمہؑ۔(9)

قال رسول الله سيّدَةُ نِساءِ أَهلِ الجَنّةِ فاطمة۔

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کی تمام عورتوں کی سرور وسردار فاطمہؑ ہیں۔(10)

قال رسول الله أَوّلُ مَنْ يَدخُلُ الجَنّةَ: عَلِيٌّ وَفاطمة۔

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے علیؑ اور فاطمہؑ داخل ہوں گے۔(11)

قال رسول الله أُنزِلَتْ آيَةُ التطهيرِ فِي خَمسَةٍ فِيَّ، وَفي عَلِيٍّ وَحَسَنٍ وَحُسَيْنٍ وَفاطمة۔

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آیت تطہیر پنجتن پاک میرے، علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمہؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔(12)

قال رسول الله أَفضَلُ نِساءِ أَهلِ الجَنّةِ: مَريَمُ وَآسيةُ وَخَديجةُ وَفاطمة۔

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سے سب سے افضل مریمؑ، آسیہؑ، خدیجہؑ اور فاطمہؑ ہیں۔(13)

قال رسول الله أَوّلُ مَنْ دَخَلَ الجَنّةَ فاطمة۔

ترجمہ: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جنت میں فاطمہؑ

داخل ہوں گی۔(14)

قال رسول اللہ المَهْدِيِ مِنْ عِتْرَتِی مِنْ وُلْدِ فاطمة۔

ترجمہ: رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: امام مہدی میرے اہلبیتؑ میں سے ہے کہ جو فاطمہؑ کی اولاد میں سے ہیں۔(15)

حوالاجات کتب اہلسنت:

(1) کنز العمّال، ج 13، ص: 91 و 93_ منتخب کنز العمّال بهامش المسند، ج 5، ص: 96_ الصواعق المحرقة، ص: 190_ أسد الغابة، ج 5، ص: 523_ تذکرة الخواص، ص 279_ ذخائر العقبی، ص: 48_ مناقب الإمام علی لابن المغازلی، ص: 356_ نور الأبصار، ص: 51 و 52_ ینابیع المودّة، ج 2، باب 56، ص: 136_.

(2) منتخب کنز العمّال، ج 5، ص: 97_ نور الأبصار، ص: 51_ مناقب الإمام علی لابن المغازلی، ص: 360_.

(3) مستدرک الصحیحین، ج 3، باب مناقب فاطِمَة، ص: 171_ سیر أعلام النبلاء، ج 2، ص: 126_ البدایة والنهایة، ج 2، ص: 59_ مناقب الإمام علی لابن المغازلی، ص: 363_(4) مناقب الإمام علی من الریاض النضرة، ص: 141_(5) مناقب الإمام علی لابن المغازلی، ص: 342_(6) الصواعق المحرقة، باب 11، ص: 142_ ذخائر العقبی، ص 30 و 31_ تذکرة الخواص، ص: 276_ مناقب الإمام علی من الریاض النضرة، ص: 141_ نور الأبصار، ص: 53_.

(7) الصواعق المحرقة، ص: 173_(8) الجامع الصغیر، ج 1، ح 203، ص: 37_ الصواعق المحرقة، ص: 191_ ینابیع المودّة، ج 2، باب 59، ص: 479_ کنز العمّال، ج 13، ص: 93_.

(9) الجامع الصغیر، ج 1، ح 4112، ص: 469_ الإصابة فی تمییز الصحابة، ج 4، ص: 378_ البدایة والنهایة، ج 2، ص: 60_ ذخائر العقبی، ص: 44_.

(10) کنز العمّال، ج 13، ص: 94_(11) نور الأبصار، ص: 52/ شبیه به آن در کنز العمّال، ج 13، ص: 95_.

(12) إسعاف الراغبین، ص: 116_ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة_(13) سیر أعلام النبلاء، ج 2، ص: 126_ ذخائر العقبی، ص: 44_

(14) ینابیع المودّة، ج 2، ص: 322 باب 56_(15) الصواعق المحرقة، ص: 23

آخری تین ماہ نے قلعی کھول دی

بقیہ صفحہ نمبر 45

فیکٹریاں، فوجی کارخانے، جنگلات اور شاہراہیں شامل ہیں، کسی کو یہ معلوم نہیں کہ یہ اربوں ڈالر کہاں گئے۔

حزب اختلاف نے اردگان اور ان کے اردگرد موجود افراد کے پلوں، سرنگوں اور ہوائی اڈوں کی تعمیر کے دوران اربوں ڈالر کے سنگین بدعنوانی کے مقدمات میں ملوث ہونے کا ثبوت بھی فراہم کئے

ان تمام چیزوں نے ترکی کے قومی خزانے کو شدید نقصان پہنچایا، جس کا تخمینہ سیکڑوں بلین ترک لیرا ہے اور اس وقت ترک لیرہ بین الاقومی لین دین کی لسٹ سے نکل چکا ہے اور ملک کے اندر بھی عوام ترک لیرے کے بجائے ڈالر میں ڈیل کرنے کی جانب متوجہ ہو چکی ہے

حزب اختلاف کا کہنا تھا کہ اردگان نے ان اربوں میں سے کچھ اپنی غیر ملکی مہم جوئی پر خرچ کیے ہیں، خاص طور پر شام، لیبیا اور دیگر خطوں میں جہاں اردگان اپنے نظریاتی، سیاسی اور تاریخی نظریات کا احیا اور عثمانی سلطان بننے کا خواب دیکھ رہا ہے فروغ دینا چاہتے تھے، جیسا کہ اپوزیشن رہنما کلیدار اوگلو نے اردگان کی مہم جوئیوں کو لیکر کہا تھا کہ "وہ تخیلات کی دنیا میں رہتا ہے"

جہاں تک بیرونی قرضوں کے حجم کا تعلق ہے، جو 460 بلین ڈالر سے تجاوز کر چکا ہے، جس میں اندرونی قرضوں کی بھی ایک بڑی مقدار الگ سے شامل ہے، ترک کرنسی لیرہ کی گراوٹ ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہی ہے

سابق وزیر اقتصادیات اور ڈیموکریٹک اینڈ پروگریس پارٹی کے موجودہ رہنما علی باباکان کی قیادت میں ماہرین نے صدر اردگان کو اس معاشی اور مالیاتی تباہی کا ذمہ دار ٹھہرایا، ہے کہ جس کے اثرات ترک معاشرے پر پڑ رہے ہیں، جو اپنے انتہائی مشکل اور تاریک دنوں کا سامنا کر رہا ہے۔

• باباکان اردگان کی خارجہ اور ملکی پالیسیوں کو اس تمام تباہی کی بنیادی وجہ سمجھتے ہیں

باباکان کا کہنا ہے کہ اردگان کسی بھی قانونی اور آئینی نگرانی یا احتساب سے دور یکطرفہ طور پر کام کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے اردگان کی جانب سے عدلیہ کا کنٹرول سنبھالنے اور مرکزی بینک کی آزادی کو ختم کرنے کے بعد ترکی غیر ملکی سرمائے کا اعتماد کھو بیٹھا ہے۔

لیکن اب بھی ترکی اور ترکی سے باہر ایسے دیوانوں کی کمی نہیں ہے جو اردگان کے طلسم کے بارے میں اپنی جذباتی رائے پر قائم ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ اردگان ہی آج کا ارطغرل غازی ہے جو نہ صرف معیشت کے مینار کھڑے کر رہا ہے بلکہ جلد ہی فلسطین، روہنگیا سے لیکر اندلس تک کو فتح کریگا۔

شیخ نمر باقر النمر

سیاسی وسماجی منشور

از سید نثار علی ترمذی

۲۰۰۷ کے موسم گرما میں سعودی عرب کے مشرقی علاقے کے رہنے والے عالم دین شہید شیخ نمر باقر النمر نے ایک سیاسی وسماجی ترقیاتی پلان اور منشور پیش کیا تھا جو اس ملک کے سیاسی اور سماجی حالات کو بہتر بنانے اور حکومت وملت کے درمیان تعلقات میں بہتری لانے کے ایک بہترین اور لاجواب لائحہ عمل تھا۔

شیخ نمر نے اس منصوبہ اور منشور کو ”عریضة العزة و اکرامة“ (عزت وکرامت کی عرضداشت) کے عنوان سے سعودی عرب کی حکومت کو پیش کیا اور اس کے بعد اپنے اس ایجاد کردہ منشور کو عملی جامہ پہنانے کے طریقہ کار کو نماز جمعہ کے خطبوں میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس مبتکرانہ عرضداشت کے ذریعے کوشش کی جاتی ہے کہ عدالت، برابری، آزادی اور سربلندی کے بنیادی قواعد پر مبنی عوامی حکومت کا وجود عمل میں لایا جائے اور اس کی قانونی حمایت، منصفانہ عدلیہ کے ذریعے کی جائے۔

یہ عرضداشت سعودی عرب کے سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے عوام کے مطالبات کا خلاصہ اور عوامی حکومت کے قیام کو عمل میں لانے کا ایک شرعی منشور تھا۔ ایسی حکومت جس میں عدالت آزادی اور سربلندی قانونی اور عدالتی دائرے میں بغیر کسی امتیاز کے تحقق پائے۔

شیخ نمر کی عرضداشت نے سعودی عرب کے اندرونی اور بیرونی افکار کی توجہ کو اپنی طرف جلب کرلیا، ان کی یہ تحریر ہر عام وخاص کا موضوع سخن بن گئی۔ یہ وہ چیز تھی جس نے آل سعود کی نیندوں کو حرام کردیا۔ حالانکہ اگر سعودی حکومت اس منشور کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی رعایا کے پامال ہورہے شہری حقوق پر تجدید نظر کرتی تو ملک کی صورتحال میں بہتری آسکتی تھی۔

ادھر شیخ نمر کا اپنی عرضداشت پر ثابت قدم رہنا اور اسے بار بار جمعے کے خطبوں میں دہرانا اس بات کا باعث بنا کہ ۸ جولائی ۲۰۱۲ کو حکومتی معیاروں کے خلاف زبان کھولنے کے جرم میں وحشیانہ طریقے سے انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ دنیا نے سیٹلائیٹس چینلوں کے ذریعے دیکھا کہ کس بے دردی سے آیت اللہ نمر کو گرفتار کیا گیا۔ سیکورٹی مزدوروں نے ان کی گاڑی کا تعاقب کیا اور گولی چلائی جس کی وجہ سے ان کی دونوں ٹانگوں میں گولیاں پیوست ہوگئیں اور بے ہوشی کے عالم میں انہیں جیل میں بند کردیا گیا۔

بعدازآں شیخ نمر کو عدالت کے کٹہرے میں لاکر کھڑا کردیا گیا اور سعودی فوجداری نے ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۴ کو ۱۳ عدالتی ساعتوں کے بعد آیت اللہ نمر کو سزائے موت دیئے جانے کا حکم صادر کردیا۔ یہ سیاسی اور ظالمانہ فیصلہ آیت اللہ نمر کے اس اصلاحی منشور کی وجہ سے تھا جو نہ صرف سعودی حکومت کے نقصان میں نہیں تھا بلکہ حکومت اور عوام دونوں کے لئے مفید فائدہ تھا۔ لیکن آل سعود نے دولت اور غرور کے نشے بلکہ یہود ونصاری سے دوستی کو بحال رکھنے کی خاطر ۲ جنوری ۲۰۱۶ کو انہیں تختہ دار پر لٹکا دیا۔

جو کچھ ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے وہ شہید شیخ نمر باقر النمر کی اسی تحریر کا مکمل ترجمہ ہے جسے منظر عام پر لانے سے پہلے سعودی ایوان میں پیش کیا گیا لیکن سعودی حکومت نے اسے کوڑے دان میں پھینک دیا۔ ہم اس کو ایک بار پھر منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کررہے ہیں تاکہ روشن خیال رکھنے والے تمام انسان اس تاریخی سند کی حقیقت اور اس میں بیان کئے گئے سیاسی اور فلاحی مطالبات سے آشنا ہوں اور اس کے بعد خود فیصلہ کریں کہ کیا یہ منشور اور پلان، حمایت اور حوصلہ افزائی کا طلبگار ہے یا جیل اور سزائے موت کا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکر اس خدا کا جس نے حق کو واضح اور باقی رہنے والا پیدا کیا اور باطل کو پنہاں اور زود گذر، سلام اور درود ہو محمدؐ اور ان کی آل پاکؑ پر جو حق پر ثابت قدم رہے اور ہمیشہ حق کی حمایت کی۔

ابتداء میں مطالبات کے موضوع میں وارد ہونے سے پہلے کچھ باتیں مقدمے کے طور پر بیان کرتا ہوں:

یکم؛ میں صریح اور واضح، بغیر کسی تقیہ اور تکلف کے گفتگو کروں گا اس لئے کہ تقیہ قابل توجہ نقصان سے بچنے اور ظلم و جور کے خوف سے ہوتا ہے اور مجھے ان دونوں کی پرواہ نہیں ہے۔لہٰذا میں تقیہ کرنے پر مجبور نہیں ہوں۔

دوئم؛ درست سننے اور صحیح سمجھنے کا ہنر بہت سارے موارد میں درست کہنے اور تقریر کرنے سے زیادہ اہم ہے، اس لئے کہ وہ عوامل جو حاکم اور رعایا، باپ اور بیٹا یا ان جیسے دیگر رشتوں میں کڑواہٹ اور دوری کا باعث بنتے ہیں ان میں سے ایک عامل، رعایا اور بیٹے کے افکار کو حاکم اور باپ کی جانب سے درست نہ سننا ہے یا اگر سنا جاتا ہے تو ایسے ہے جیسے ''عاج'' کے ٹاور کی بلندی سے سنا گیا ہو جو بغیر توجہ کے سننا ہوتا ہے۔

سوئم؛ حقیقت ابتداء میں بہت تلخ محسوس ہوتی ہے لیکن اگر اسے معیار بنا لیا جائے اور مستقبل کو اس پیمانے پر پرکھا جائے اور بغیر کسی خوف و ہراس کے امور کی باگ ڈور ہاتھ میں لے لی جائے تو وہ شیریں اور لذیذ ہو جاتی ہے۔

چہارم؛ سرسری مطالعہ ابہامات، پیچیدگیوں، الجھنوں اور غلطیوں سے بچنے اور مسائل اور مسائل کی حقیقت کو درک کرنے کیلئے کافی ہے۔ بشرطیکہ یہ مطالعہ جھوٹی گزارشوں یا غلطیوں سے بھرمار، فرضی یا غلط اعداد و شمار سے مملو، متعصب یا بدگمانیوں سے بھرے تجزیوں میں منحصر نہ ہو۔

پنجم؛ مجھے امید ہے کہ سینے صراحت گوئی، حقیقت بیانی اور واضح کلام کیلئے کشادہ ہوں تا کہ پاک دل اور صاف زبانیں رکھنے والے تقیہ کرنے پر مجبور نہ ہوں اور بیمار دل اور چوٹ پہنچانے والی زبانیں نفاق، دورروئی، جھوٹ اور خیانت سے دور رہیں۔

ششم؛ شیعہ تفکر رافضی تفکر ہے یعنی ظلم و ستم کو پیچھے ہٹا دینے والا ہے۔ لیکن درعین حال بہترین تمام ادیان، مذاہب اور معاشروں کے سامنے بہترین طرز زندگی پیش کرتا ہے۔ اس لئے کہ شیعہ تفکر اصلاح طلبی، امن و شانتی اور مجموعی ہمدلی کا حامل ہے، اگرچہ اس کا نتیجہ اپنے حقوق سے محرومی ہو۔ اس لئے کہ یہ تفکر فتنہ، تشدد، انتہا پسندی اور کھلبلی کو دور بھگا دیتا ہے۔ اس تفکر کے بانی امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جو میدان جنگ کے شہ سوار اور حیدر کرار تھے لیکن فرمایا: ''خدا کی قسم فلاں شخص نے قمیض خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ خلافت کی چکی کے لئے میری حیثیت مرکزی کیل کی ہے۔ علم کا سیلاب میری ذات سے گذر کر نیچے جاتا ہے اور میری بلندی تک کسی کا طائر فکر بھی پرواز نہیں کر سکتا۔ پھر بھی میری خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلوتہی کر لی اور یہ سوچنا شروع کر دیا کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کر دوں یا اس بھیانک اندھیرے پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف ہو جائے

اور بچہ بوڑھا ہو جائے اور مؤمن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہنچ جائے۔ تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے تو میں نے اس عالم میں صبر کر لیا کہ آنکھوں میں مصائب کی کھٹک تھی اور گلے میں رنج و غم کے پھندے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا'' (نہج البلاغہ، خطبہ شقشقیہ)۔ انہوں نے یوں ہمیں سکھایا ہے کہ ہم سماجی اور شہری امنیت کو برقرار رکھنے کیلئے ظلم کو تحمل کریں جیسا کہ فرمایا: ''جب تک کہ مسلمان امن میں ہوں اور میرے علاوہ کسی پر ظلم نہ ہو تو میں برداشت کرتا رہوں گا'' یہ وہ کلام ہے جو آج بھی ان کے چاہنے والوں اور پیروکاروں کے دلوں میں موجزن ہے۔

اس مقدمے کے بعد اپنی بات کو خداوند علیم کے کلام سے آغاز کر رہا ہوں جو اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: ''اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور خواہش کی پیروی نہ کریں، وہ آپ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی، جو اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے یوم حساب فراموش کرنے پر یقیناً سخت عذاب ہوگا''۔

ہم بالکل اس چیز کے خواہاں نہیں ہیں اور نہ ہوں گے جو ملکی یا عوامی سلامتی کو خدشہ دار بنائے یا حکومت کے اراکین کو کمزور کرے یا منہدم کرے یا اداروں کی کمزوری کا باعث بنے۔ ہم جن چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں وہ ایسی چیزیں ہیں جو ملک میں سلامتی اور استحکام کو تحقق بخشتی ہیں۔ حکومت کے ستونوں

کومضبوط بناتی ہیں اوراس کی بنیادوں کوتقویت پہنچاتی ہیں۔اسلئے کہ ہم اس حق کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے جو خداوند عالم نے اپنے بندوں کیلئے مقرر کیا ہے اور پیغمبروں نے حکمرانوں کولوگوں کے درمیان عملی جامہ پہنانے کا دستور دیا ہے۔ وہ حق جو اس کریمانہ زندگی کو وجود عطا کرتا ہے جو اللہ نے بنی آدم ”(ہم نے اولاد آدم کو مکرم بنایا)؛ وہ انسانی کرامت جسے کوئی بھی چاہے وہ کتنی ہی بڑی طاقت کا مالک ہو یا کتنے بڑے مقام کا حامل ہو انسان سے چھیننے یا اسے پامال کرنے کا حق نہیں رکھتا اور حتی خود انسان بھی اس سے چشم پوشی اور روگردانی کی اجازت نہیں رکھتا۔اس لئے کہ یہ کرامت ان جملہ حقوق میں سے ہے جن کی حفاظت اور رعایت کے علاوہ صاحب حق کو بھی کسی اور تصرف کی اجازت نہیں۔ حقِ حیات سے بالاتر حق جس میں نہ کسی کو تصرف اجازت ہے اور نہ اس کے بغیر زندگی کی کوئی قیمت ہے وہ انسانی کرامت اور عزت نفس ہے۔

اس کرامت اور عزت نفس کی بلندیوں کو طے کرنا جو ہر صاحب عقل اور شریف انسان کی تمنا ہوتی ہے۔تقویٰ کے ذریعے ممکن ہے اور تقویٰ ہی ہے جو انسان کو شرافت کے اعلیٰ درجات تک پہنچاتا ہے ”ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم“۔اور یہ اس وجہ سے ہے کہ تقویٰ ایسی نیک خصلت ہے جس پر تمام انبیاء اور آئمہ (ع) کو پیدا کیا گیا اور ان کے تمام پیروکاروں اور چاہنے والوں کو تاکید کی گئی کہ وہ اپنے اندر اس خصلت کو پیدا کریں، اس لئے کہ تقویٰ ایسا مضبوط قلعہ ہے جو حکومت کے امن و استحکام کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے شیرازے کو بکھرنے سے بچاتا ہے۔”بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی ہو، چنانچہ وہ (عمارت) اسے لے کر آتش جہنم میں جا گرے؟ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا“۔

اس لئے کہ حکومت تقویٰ کا رنگ و روپ اختیار کرے جو خیر و برکت کا منشا اور سرنگونی کی راہ میں رکاوٹ ہے، اسے چاہئے کہ تمام قوانین زیور تقویٰ سے آراستہ اور تمام چھوٹے بڑے حکومتی ادارے، تمام وزارت خانے اور ایوان ہائے بالا، عدالت کی بنیاد پر قائم ہوں جو تقویٰ تک پہنچنے کا نزدیک ترین راستہ ہے۔”اے ایمان والو! اللہ کے لئے بھرپور قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے، (ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقویٰ کے قریب ترین ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے“۔

لوگوں پر عادلانہ حکومت وحق ہے جس کا خداوند عالم نے اپنی داؤد کو حکم دیا اور وہ امرالٰہی ہے جو خداوند عالم نے اپنے محبوب ترین بندے سیدالانبیاء واشرف المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ؐ پر نازل کیا: ”لہٰذا آپ اس کے لئے دعوت دیں اور جیسے آپ کو حکم ملا ہے ثابت قدم رہیں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور کہہ دیں: اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں‘ یہ امرِ الٰہی ان تمام افراد کیلئے ہے جو مسند حکومت پر بیٹھتے ہیں: ”بے شک اللہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو، اللہ تمہیں مناسب ترین نصیحت کرتا ہے، یقیناً اللہ تو ہر بات کو خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے‘ اور عدالت کی تکمیل کیلئے سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف سے حکم کیا جائے۔”اور جب فیصلہ کرنے ہوں تو ان کے درمیان عدالت سے حکم کرو کہ خداوند عدالت کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے“۔خداوند عالم نے عدالت کے قیام کے لئے اپنے رسولوں کو واضح اور آشکار براہین کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتابوں اور وسیع فرامین جو ہمیں ظلم سے محفوظ رکھتے ہیں نیز عدل وقسط کے پیمانے کو نازل کیا تاکہ لوگ عدالت کا قیام عمل میں لائیں اور کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے۔اس نے ایک ایسی روکنے والی طاقت کو بھی اتارا جو اگر کوئی کسی کے حقوق کو پامال کرے تو اسے سزا دیتی ہے اور یہ سزا کبھی بدترین مرحلے یعنی جنگ اور قتل کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی حدود الٰہی کے اجراء کی صورت میں۔یہ تمام چیزیں انسانوں کی زندگی، سربلندی اور شرافت کو محفوظ رکھنے، ان کے تمام حقوق کی رعایت کرنے اور دوسروں پر ظلم سے روکنے کے لئے ہیں نہ شہوت اور غضب کو منانے کے لئے۔”بتحقیق ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل قائم کریں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں شدید طاقت ہے اور لوگوں کیلئے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون بن دیکھے خدا اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا

ہے، اللہ یقیناً بڑی طاقت والا، غالب آنے والا ہے"۔

لہٰذا حاکم کی دو اہم ذمہ داریاں جن کی انجام دہی کیلئے اسے کمر ہمت باندھ لینا چاہیے ایک عدل اور دوسری قسط ہے۔ عدل یعنی حاکم کی جانب سے رعایا اور ظلم نہ ہو اور قسط یعنی رعایا ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں۔ عدل و قسط کے قیام سے انسان تمام تر حقوق کی رعایت کر سکتا ہے اور تمام میدانوں معیشتی، سیاسی، اقتصادی، سماجی وغیرہ میں شرافتمندانہ زندگی گزار سکتا ہے۔

بنابراین، حاکم کے واجب ترین وظائف دو چیزیں ہیں:

اول: حکومت عدل کا قیام یعنی خود ظلم نہ کرے۔

دوم: حکومت قسط کا قیام یعنی اس کی حکومت میں کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

حاکم اور رعایا کی جانب سے عدل اور قسط کا قیامِ عمل، ایک حکومت کے استحکام اور اس کی بقاء کے دو بنیادی ستون ہیں اور ان مطالبات کا خلاصہ جن کی سماج کو ضرورت ہے اور جن کے تحقق کی رعایا آرزو رکھتی ہے، عبادت

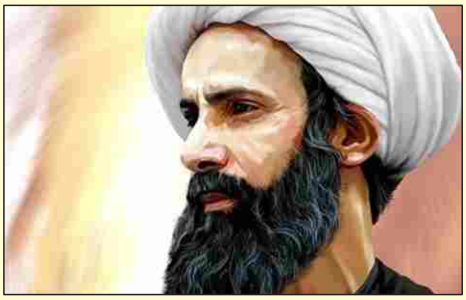

ہے اس نظام حکومت سے جس میں سماجی رضامندی ہو، تعمیری تنقید ہو، عاقلانہ نوآوری ہو اور امن وسکون ہو۔ اگر حکمران عدل و قسط کی بنیاد پر حکومتوں کے قیام کے پابند ہو جائیں تو ظلم وستم کی بیخ کنی ہو جائے گی۔ نظام کی کشتی پر آشوب اور تھپیڑے مارتے ہوئے سمندر کی متلاطم امواج سے صحیح وسالم نکل کر کنارے پر پہنچ جائے گی اور زندگی کے تمام میادین پر امنیت سایہ فگن ہو جائے گی۔ اگر امنیت حاکم ہو تو اقتصاد بھی ترقی کرے گا، مال و ثروت میں اضافہ ہوگا، تمام لوگ مستغنی ہو جائیں گے اور ہر انسان بغیر کسی کمی کاستی کے اپنے حقوق حاصل کر لے گا: "جب قائم (عج) ظہور کرے گا عدل کی حکومت ہوگی، ظلم کا نام ونشان مٹ جائے گا، راستے پر امن ہو جائیں گے۔ زمینیں اپنی برکتیں انڈھیل دیں گی اور تمام حقوق اپنے وارثوں کو مل جائیں گے"۔

مذکورہ عرائض سے ہمارے مطالبات واضح ہو جاتے ہیں، وہ مطالبات جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

پہلا:

عدالت، قسط اور آزادی عقیدہ کے انتخاب میں، اس پر عمل کرنے میں، اس کے افکار ونظریات کی پیروی کرنے اور اس کے بارے میں گفتگو کرنے میں۔ (فکری وعقیدتی آزادی)

دوسرا:

عدالت، قسط اور آزادی کاروبار کے انتخاب اور تمام سرکاری اور غیر سرکاری مراکز میں اور اس کی ترقی میں (کاروبار کی آزادی)

تیسری:

عدالت، قسط اور آزادی ان طبیعی ذخائر سے استفادہ کرنے میں جو خداوند عالم نے اس سرزمین کو عطا فرمائے ہیں (اقتصادی آزادی وعدالت)۔

چوتھا:

عدالت، قسط اور آزادی سیاسی افکار ونظریات پیش کرنے میں (سیاسی آزادی وعدالت)

پانچویں:

عدالت، قسط اور آزادی اجتماعی اور انفرادی مسائل میں (اجتماعی آزادی وعدالت)

چھٹے:

عدالت اور قسط، عدالتی اور تعزیری مسائل میں (عدالتی انصاف)

اس لئے کہ یہ مطالبات مبہم نہ رہ جائیں اور کلی بیانی کے دریا میں غرق نہ ہو جائیں ان میں سے بعض مسائل کو جن کا تعلق سماج کی امید ہے واضح طور پر بیان کرتا ہوں اور ابہام کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں:

۱۔ مذہب تشیع کو سرکاری طور پر قبول کیا جائے اسے رسمیت دی جائے اور تمام سرکاری وغیر سرکاری اداروں و مراکز میں تشیع کے ماننے والوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے اور ان کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آیا جائے۔

۲۔ ہر انسان؛ مسلمان یا غیر مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جس مذہب کو پسند کرتا ہے اس کی پیروی کرے۔ لہٰذا انسان کو حق حاصل ہے کہ مذہب اہل بیت (ع) کو اپنا مذہب منتخب کرے اور اس کے اصول وفروغ پر عقیدہ رکھے اور اس کے مطابق عبادت کرے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اس کی سرزنس کرے، اسے مذہب چھوڑنے پر مجبور کرے یا اسے دہشتگردی کا نشانہ بنائے یا اسے دینی مناسک کی انجام دہی سے روکے یا اسے اذیت پہنچائے۔

۳۔ ان تمام قوانین، احکامات اور پالیسیوں کو منسوخ کیا جائے جو شیعہ مذہب اور اس کے ماننے والوں کے حقوق کو پامال کرتی یا انہیں بے اہمیت اور درکنار کرتی ہیں۔

۴۔ مدارس اور یونیورسٹیوں کے تمام دینی نصاف کو تبدیل کیا جائے اور اس کی جگہ مندرجہ ذیل آپشنوں میں سے کوئی ایک آپشن کو انتخاب کیا جائے:

الف: دینی نصاب میں صرف ایسے مواد کو لایا جائے جو اسلام کے مشترکہ نکات پر مبنی ہوں اور ان میں کسی قسم کے اختلافی مسائل کو اشارۃً بھی بیان نہ کیا جائے۔ یہ وہ بہترین آپشن ہے جو سب کی خوشحالی کا باعث ہے مگر وہ لوگ کہ جو اختلافی نظریات کے مالک ہیں اور دوسروں کو اپنی طاقت یا اسلحہ کے زور پر دبا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ دلیل کے مقابلے اور برہان کے مقابلے میں برہان لانے سے عاجز ہیں (وہ دینی مشترکات پر مبنی نصاب کو رائج کرنے پر راضی نہیں ہوں گے)۔

ب: ہر مذہب کے ماننے والوں کے لئے الگ الگ نصاب معین کیا جائے اس طریقے سے کہ ہر طالب علم اس صورت میں کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ چکا ہو۔ اپنے لئے خود دینی نصاب کا انتخاب کرے اور سن بلوغ تک نہ پہنچنے کی صورت میں اس کا ولی و وارث اس کے لئے نصاب کا انتخاب کرے۔

پ: علاقے کی مذہبی اکثریت کے پیش نظر نصاب کا مواد انتخاب کیا جائے۔ مثال کے طور پر قطیف اور اس کے مانند علاقوں میں شیعہ عقائد پر مبنی نصاب رائج کیا جائے۔

ت: اسکول یا یونیورسٹی میں مذہبی اکثریت کے پیش نظر نصاب معین کیا جائے یعنی جن اسکولوں میں شیعہ طالب علم زیادہ ہیں وہاں ان کے مذہب کے مطابق نصاب لگایا جائے۔

۵۔ مدینہ منورہ میں مدفون آئمہ اطہار (ع) کی قبروں پر روضے بنانے نیز دیگر ممالک (ایران و عراق) میں موجود روضوں کی زیارتوں کی اجازت دی جائے۔ وہ حکومت جو اس سے پہلے ایک معمولی اور چھوٹے سے ٹولے کے سامنے جھک گئی اور اسے جنت البقیع کے روضوں کے گرانے کی اجازت دے دی اور نہ صرف شیعوں بلکہ اہل بیتؑ کے چاہنے والوں کے دلوں کو زخمی کرنے کا باعث بنی، لہٰذا وہ حکومت اپنی گزشتہ خطاؤں اور غلطیوں کے جبران کیلئے ان روضوں کو تعمیر کئے جانے کا سارا خرچ برداشت کرے۔ یہ زخم ایام، سال یا صدیاں گزرنے کے بعد بھی نہیں بھریں گے جب تک کہ ان روضوں کو پہلے سے بہتر انداز میں تعمیر نہ کیا جائے۔ روضوں کو مسمار کرنے والا مٹھی بھر ٹولہ نہ کسی اسلامی مذہب کا نمائندہ ہے اور نہ اس کے افکار و عقائد کسی اسلامی مذہب سے ملتے جلتے ہیں۔ اسلامی مذہب سے اس کا کوئی رشتہ نہ ہونے کی واضح دلیل ایک یہ ہے کہ وہ روضہ رسولؐ کو بھی گرانا چاہتا ہے جبکہ کوئی اسلامی فرقہ اس کام کی اجازت نہیں دیتا۔

۶۔ قرآن کریم، پیغمبر اکرمؐ اور اہل بیت اطہارؑ کی تعلیمات پر مبنیٰ دینی علوم کو فروغ دینے کیلئے حوزہ ہائے علمیہ، دانشگاہوں اور دینی انسٹیٹیوٹ قائم کرنے کی اجازت دی جائے جیسا کہ عراق، ایران، شام، لبنان اور دیگر اسلامی ممالک میں اجازت ہے۔

۷۔ مذہب جعفریہ کے مطابق مستقل شرعی عدالتیں قائم کرنے کی اجازت دی جائے اور دیگر عدالتوں میں بھی ضرورت کے مطابق شیعہ قاضیوں کو رکھا جائے تا کہ وہ اپنے مذہب تشیع کے ماننے والوں کے تمام امور کو ان کے مذہب کے مطابق حل و فصل کر سکیں۔

۸۔ شیعہ علماء کونسل کو بعنوان "اہل بیتؑ فقہا کونسل" تشکیل دینے کی اجازت فراہم کی جائے کہ جس میں وہ لوگ رکنیت حاصل کریں جو درجہ اجتہاد پر فائز ہوں اور ان کی ذمہ داری شیعہ طبقے کے دینی و دنیوی امور کی دیکھ بھال، ان کی شرعی ضروریات کو پورا کرنا اور دیگر مسائل میں صحیح صلاح و مشورہ دینا اور کی بطور کلی ہدایت کرنا ہو۔ یہ کونسل مستقل اور اندرونی یا بیرونی مداخلت سے محفوظ ہو۔

۹۔ مساجد، امام بارگاہوں اور دینی مراکز تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے اور ان مشکلات و مسائل کو ختم کیا جائے جو اس راہ میں رکاوٹ ہیں۔

۱۰۔ تمام دینی شعائر کو منعقد کرنے میں لوگوں کو آزاد چھوڑا جائے۔

۱۱۔ سرکاری ذرائع ابلاغ میں مذہب تشیع کے علماء کو بھی دینی مسائل بیان کرنے کی اجازت دی جائے۔

۱۲۔ مسجد الحرام اور مسجد النبی میں نماز جماعت کی امامت میں شیعہ مذہب کے ماننے والوں کو بھی مناسب سہم دیا جائے۔

۱۳۔ بیرون ملک سے شیعہ کتابوں کو لانے یا ملک کے اندر چھپوانے کی اجازت

دی جائے۔

۱۴۔حکومت کے زیرِ نظر تنظیموں جیسے مسلم ورلڈ لیگ یا اس کے مانند تنظیموں میں شیعوں کو بھی منصفانہ شراکت دی جائے۔

۱۵۔حکومتی مناصب میں ترقی نیز وزارتخانوں، مشاورتی کمیٹیوں اور ایوان بالا میں اہل تشیع کے تناسب سے انہیں بھی منصفانہ سہم دیا جائے۔

۱۶۔لڑکیوں کے تعلیمی نظام میں مدیریت کا حق، اسکولوں سے لے کر یونیورسٹیوں تک اہل تشیع کو بھی ان کی تعداد کے مطابق دیا جائے۔

۱۷۔آرامکو کمپنی اور دیگر حکومتی کمپنیوں میں شیعوں کو بھی انکی صلاحیتوں کے مطابق مینجمنٹ کرنے کی اجازت دی جائے۔

۱۸۔شیعہ جوانوں کو سرکاری نوکریاں اور حکومتی یا حکومت سے وابستہ اداروں میں مینجمنٹ کی اجازت دی جائے۔

۱۹۔قطیف میں ایک ایسا دانشگاہی ٹاؤن تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے جس میں تمام علمی و تخصصی شعبہ جات فراہم ہوں۔ ہائی اسکینڈری کے بعد طلبہ اور طالبات اس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں۔

۲۰۔وہ تمام ملازم جنہیں ۱۹۷۹ یا اس کے بعد مختلف اسباب کی بناء پر جیلوں میں بند کئے جانے کی وجہ سے نوکریوں سے برکنار کردیا گیا تھا کو دوبارہ ملازمتیں دی جائیں اور اس درمیان جوان کی تنخواہیں ضائع ہوئی ہیں انہیں ادا کیا جائے اور ان کیلئے آئندہ بہتر زندگی گزارنے کے شرائط مہیا کئے جائیں۔

۲۱۔تمام سیاسی قیدیوں خاص طور پر وہ قیدی جو مدتوں سے کال کوٹھریوں میں پڑے ہوئے ہیں ان کے بیوی بچے، ماں باپ اور دیگر گھرانے والے ان کے انتظار میں لحہ شماری کررہے ہیں فوری طور پر رہا کیا جائے تا کہ وہ ایک مرتبہ پھر سے اپنی نئی اور کریمانہ زندگی کا آغاز کرسکیں۔

۲۲۔بے روزگاری کی مشکل کو حل کیا جائے اور دانش آموختہ اور پڑھے لکھے افراد کو اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مناسب تنخواہوں جن سے وہ باعزت زندگی گزار سکیں (شادی بیاہ کے مسائل نمٹا سکیں، گھر تشکیل دے سکیں اور روزمرہ کے مادی وسائل اور سہولیات فراہم کرسکیں) کے ساتھ نوکریاں دی جائیں۔

۲۳۔مسائل کو آپس میں گڈمڈ کرنے سے پرہیز کیا جائے اور ہمیشہ انہیں سکیورٹی کی نظر سے نہ دیکھا جائے اس لئے کہ بہت سارے مسائل کا ملک کی سکیورٹی سے کوئی ربط نہیں ہوتا لیکن انہیں سیاسی ایشو بنا کر سکیورٹی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو بہت ساری مشکلات بلکہ بسا اوقات بحران کے وجود میں آنے کا باعث بن جاتا ہے۔

۲۴۔حکومت تمام گروہوں اور فرقوں سے مساوی طور پر علیحدگی اختیار کرے اور کسی ایک فرقے یا گروہ کی طرف اپنی رغبت کا اظہار نہ کرے تا کہ دیگر گروہوں اور فرقوں کیلئے ناگواری کا باعث نہ بنے، اس لئے کہ حکومت کا یہ طریقہ کار اسے سخت مشکلات سے دوچار کرسکتا ہے۔

۲۵۔ایسے عوامی اور سرکاری مراکز قائم کئے جائیں جو سرکاری عہدہ داروں سے عوام کے مطالبات کی دیکھ ریکھ کریں اور حاجتمندوں کے حقوق کو انہیں دلانے اور مجرموں کو سزائیں دلوانے کی کوشش کریں۔ بہتر ہے کہ یہ مراکز صوبائی حکومتی اداروں میں موجود ہوں اور حکومت اپنے قابل اعتماد افراد کو ان کے لئے انتخاب کرے اور لوگ بھی اپنے نمائندوں کو منتخب کر کے ان میں شامل کریں اسی طرح یہ مراکز ہر شہر میں ایک کمیٹی تشکیل دیں جس کے اراکین کو خود عوام منتخب کریں تا کہ مستضعف اور مظلوم طبقہ افراد ان کمیٹیوں کی طرف رجوع کریں اور وہ کمیٹیاں ان کے مطالبات کو مراکز تک منتقل کریں اور ان کی شکایتوں کو ان سے مربوط مراکز تک پہنچائیں اور آخر تک ان کا پیچھا کریں۔

آخر میں خداوند منان سے دعا کرتے ہیں کہ

ہمارے دلوں کو پاکیزہ بنائے، ہماری زبانوں کو پاکیزہ بنائے، ہمارے درمیان محبت اور الفت پیدا کرے ہمیں ایک دوسرے کے قریب کرے، ہمارے دشمنوں کو شکست سے دوچار کرے اور ہمارے نعرے (کلمہ توحید) کو سربلندی عطا کرے۔

"سبحان ربک رب العزۃ العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین"۔

نمر باقر النمر

۳رجب ۱۴۲۸ھ ق

مطابق با ۱۸ جولائی ۲۰۰۷ء م

رپورٹ

پہلا اجلاسِ مجلسِ عاملہ
برائے سال 2021-2022

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے اعلیٰ اختیاراتی ادارے "مجلسِ عاملہ" کا سال 2021-2022 کا پہلا اجلاس 24،25،26 دسمبر بروز جمعہ ہفتہ اتوار لاہور ڈویژن کے لوکل یونٹ موچی گیٹ میں کشمیریاں مسجد میں منعقد ہوا۔

پہلے اجلاسِ مجلسِ عاملہ میں پاکستان بھر سے آئی ایس او پاکستان کے 24 میں سے 23 ڈویژنز کے ڈویژنل صدور اور ان کے نمائندے شریک ہوئے۔

اجلاس کا باقاعدہ آغاز جمعہ کے دن سے ہوا جو اتوار تک جاری رہا۔ اجلاس میں مرکزی کابینہ، آئی ایس او پاکستان کا سالانہ پروگرام اور نئی پالیسیز کی منظوری دی گئی۔

اجلاس کی صدارت مرکزی صدر آئی ایس او پاکستان برادر زاہد مہدی نے کی۔ اجلاس کے آغاز میں تمام ڈویژنل صدور اور نمائندگان سے مرکزی صدر برادر زاہد مہدی نے سال 2021-2022 کے لیے رکنِ عاملہ کا حلف لیا۔ مجلسِ عاملہ نے کثرتِ رائے نامزد مرکزی کابینہ کی منظوری دی۔ جس میں برادر تنصیر حیدر مرکزی نائب صدر، برادر حسن عارف مرکزی سینئر نائب صدر، برادر محمد شہریار مرکزی جنرل سیکرٹری، برادر معمر نقوی مرکزی ڈپٹی جنرل سیکرٹری، برادر علی رضا مرکزی سیکرٹری تعلیم، برادر صابر علی مرکزی سیکرٹری نشرواشاعت، برادر فخر نقوی مرکزی انچارج محبین، برادر تقی حیدر مرکزی انچارج پروفیشنل ادارہ جات اور برادر غازی نقوی مرکزی ترجمان کے طور پر منتخب ہوئے۔ برادر صہیب زیدہ کو مرکزی مالیات سیکرٹری کے طور پر نامزد کیا گیا۔

اجلاس میں مرکزی کابینہ کی منظوری کے بعد تمام منتخب شدہ اراکینِ مرکزی کابینہ نے اپنے شعبہ جات کا سالانہ پروگرام پیش کیا۔ اراکینِ مجلسِ عاملہ نے تمام شعبہ جات کے پروگرامات پر مفصل بحث کی اور اپنی قیمتی آراء شامل کیں۔ بعدازاں کثرتِ رائے سے آئی ایس او پاکستان کے سالانہ پروگرام کی منظوری دی گئی۔ اجلاسِ کے موقع پر اراکینِ مجلسِ عاملہ سے "آغازِ سفر" کتاب کا ٹیسٹ بھی لیا گیا۔

اراکینِ مجلسِ عاملہ کی جانب سے 25 دسمبر بابائے قوم قائدِ اعظم محمد علی جناح کے یومِ پیدائش کے موقع پر فاتحہ خوانی کی گئی۔ اس موقع آئی ایس او پاکستان کے مرکزی صدر برادر زاہد مہدی کا کہنا تھا کہ آئی ایس او پاکستان آج بھی قائداعظم کے سنہری اصولوں پر کاربند ہے۔ قائداعظم کے اصول ایمان اتحاد تنظیم کے فروغ کے لئے آئی ایس او پاکستان کے کارکنان مصروف عمل ہیں اور قائد اعظم کے یوم پیدائش پر اس عزم کو دہرانے کی ضرورت ہے کہ بحثیت طالب علم قائداعظم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

اجلاس میں مجلسِ عاملہ کی جانب سے یکساں قومی نصاب پر تحفظات کا اظہار کیا

گیا اور اس کی بہتری کے لیے ڈسکشن کی گئی۔ نوجوانوں کی تعلیمی صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لیے منصوبہ بندی کی گئی اور سلسلہ وار پروگرامات ترتیب دیے گئے۔ تمام ڈویژنز میں طلبہ کی استعداد میں اضافہ کے لیے کیپسٹی بلڈنگ

ورکشاپس اور طلوعِ فجر تعلیمی کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا تا کہ وہ مستقبل میں پاکستان اور امتِ مسلمہ کے لیے ایک مفید پروفیشنل بن سکیں اور وطنِ عزیز پاکستان کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

شعبہ تربیت کے سالانہ پروگرام میں طلبہ کی فکری اور روحانی تربیت کے لیے سال بھر دعا و مناجات اور شبِ داریوں کے انعقاد کے علاوہ منتخب شدہ کتابوں کے مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ آئی ایس او پاکستان کے مسئولین کی نظریاتی و مدیریتی تربیت کے لیے پہلی سہ ماہی میں سالانہ مرکزی ورکشاپ کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔

مجلسِ عاملہ کی جانب سے سرگودھا ڈویژن کی کارکردگی کی بنا پر اس کی دستوری حیثیت کو بحال کیا گیا۔ گجرانوالا ڈویژن کو چھ اضلاع پر مشتمل ہونے کی بنا پر دو ڈویژنز گجرات اور گجرانوالا میں تقسیم کیا گیا تا کہ تمام اضلاع میں یکساں طور پر مزید بہتر انداز میں کام کیا جا سکے۔

اجلاس میں عالمی و ملکی حالات کا بھی جائزہ لیا گیا۔ شیطانِ بزرگ امریکہ کی

ظالمانہ پالیسیز کی بھرپور مذمت کی گئی۔ صیہونی حکومت اسرائیل کے شہید قاسم سلیمانی کو شہید کرنے کے حالیہ اعتراف پر پرزور احتجاج کیا گیا اور اسلام کے عظیم مجاہد حاج قاسم سلیمانی اور ابو مہدی المہندس اور شہید باقر النمر کی برسی کو تمام ڈویژنز میں بھرپور انداز سے منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ دنیا کے تمام مظلومین بالخصوص فلسطین، کشمیر اور یمن کے مظلومین کی حمایت اور ان کے حق میں آواز بلند رکھنے کے عزم کو دہرایا گیا۔

مجلسِ عاملہ کی جانب سے آئی ایس او پاکستان کے بانی عالمِ دین اور سابق رکنِ مرکزی نظارت مرحوم آغا علی موسوی اور ان کے فرزند آغا حیدر موسوی کے ایصالِ ثواب کے لیے

کشمیریاں مسجد میں قرآن خوانی اور مجلسِ عزا کا اہتمام کیا گیا جس میں موچی گیٹ کے مومنین نے بھی شرکت کی۔ مجلسِ عزا سے علامہ محمد علی جاوا نے خطاب کیا۔

اجلاسِ عاملہ میں مختلف علماء کرام، اراکینِ مرکزی نظارت اور سابقین نے بھی شرکت کی جن میں علامہ جواد موسوی، سابق مرکزی صدور آئی ایس او پاکستان

برادر ناصر عباس شیرازی، برادر اطہر عمران، برادر تہور عباس، برادر سرفراز نقوی اور برادر عارف حسین، سابقینِ کمیٹی کے کوارڈینیٹر برادر عمار زیدی اور دیگر سابقین شامل تھے۔

سابق مرکزی صدر برادر ناصر عباس شیرازی نے اراکینِ عاملہ سے عالمی و ملکی حالات کے تناظر میں ایک ذمہ دار اور آگاہ پاکستانی جوان کی ذمہ داریوں کے عنوان سے خطاب اور ملک بھر کے ڈویژنز سے آئے ہوئے امامیہ طلباء کے حالاتِ حاضرہ سے متعلق سوالوں کے جوابات دیے۔

لاہور ڈویژن اور موچی دروازہ یونٹ کے ممبران کو اجلاس کے بہترین انتظامات پر اراکینِ عاملہ کی جانب سے سراہا گیا۔ سال کے دوسرے اجلاسِ عاملہ کو بہاولپور ڈویژن میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اجلاس کے اختتام پر مرکزی صدر برادر زاہد مہدی نے تنظیمی سال 2021-2022 کو "احیائے فکرِ مہدویت" کے طور پر منانے کا اعلان کیا اور آئی ایس او پاکستان کے سال کی ترجیحات پیش کیں۔

اجلاس کا اختتام بروز اتوار دعائے وحدت اور دعائے امامِ زمانہ (عج) سے کیا گیا۔

استعمار شناسی اور مجوزہ منصوبہ بندی

نذر حافی
nazarhaffi@gmail.com

ٹیکنالوجی اور انسانی مسائل ایک ساتھ ترقی کر رہے ہیں۔ دنیا جہاں پر گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر چکی ہے وہیں پر پورا انسانی معاشرہ باہمی خلفشار اور ابتری کا شکار بھی ہے۔ بھوک، افلاس، بیروزگاری، مہنگائی، کرپشن، دھونس دھاندلی اور مکرو فریب کے سرطان نے ہر ملک اور ہر معاشرے کے قلب و جگر میں اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ وہ ادارے جو بین الاقوامی برادری کو اِن مسائل سے نجات دلانے کیلئے معرض وجود میں آئے تھے، آج خود انہی مسائل کے شکار ہیں۔

انسانی معاشرے کے مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ آج کے دور میں انسان پر مسائل کا بوجھ اس قدر زیادہ ہے کہ بہت سارے لوگوں کی معاشرتی حالت ہزاروں سال پرانے غلاموں کی حالت سے بھی بدتر ہے۔ ماضی کا غلام انسان خود کو غلام سمجھ کر ظالموں اور جابروں کی غلامی کرتا تھا لیکن آج کا انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھ کر بھی دوسروں کی غلامی کر رہا ہے۔

انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال اس بات کا ثبوت ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ انسانی وسائل تو بڑھے ہیں لیکن مسائل کم نہیں ہوئے اور اس کا باعث یہ ہے کہ انسانی وسائل پر ماضی کی طرح آج بھی فرعونوں، ظالموں اور جابروں کا قبضہ ہے۔ ہم تاریخ عالم کا جتنا بھی مطالعہ کریں اور انسانی مسائل پر جتنی بھی تحقیق کریں، کتاب تاریخ میں جہاں جہاں انسان نظر آئے گا وہاں وہاں انسانی وسائل پر قابض فرعون، شداد اور نمرود بھی نظر آئیں گے۔

چنانچہ انسانی مسائل کے حل کیلئے ضروری ہے کہ ہر مظلوم انسان کو یہ شعور دیا جائے کہ اُسے درپیش مشکلات کی اصلی جڑیں کہاں ہیں؟ اس کے حقوق کو سامراج کس طرح پامال کر رہا ہے؟ سامراج کس طرف مورچہ زن ہے؟ سامراج کے پاس کیا کچھ اسباب و وسائل اور ہتھیار ہیں؟ اور کون لوگ سامراج کے مددگار ہیں؟

اگر لوگوں کو سامراج کی مکمل طور پر شناخت نہ ہو تو نہ صرف یہ کہ سامراج کو پسپا نہیں کیا جا سکتا بلکہ سامراج کی چالوں سے لوگوں کو بھی محفوظ نہیں رکھا جا سکتا۔ زمان و مکان اور دین و مذہب کی قید نہیں، جس بھی زمانے میں، جس بھی جگہ پر بھی، جو شخص بھی، کسی کا حق غصب کرتا ہے وہ سامراج ہے یا سامراج کا ایجنٹ ہے۔

طاقتور مختلف حیلوں اور حربوں کے ساتھ ہر دور میں کمزور لوگوں پر حکومت کرتے رہے اور ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے رہے اور اسی سوچ نے آگے چل کر سامراجیّت کے مکتب کو جنم دیا۔ اب آیئے دیکھتے ہیں کہ علمی دنیا میں سامراجیّت کسے کہتے ہیں۔

"مستکبرین کے دیگر ریاستوں کے مفتوح کرنے کے عمل کو علم سیاسیات میں سامراجیت کہا جاتا ہے"

مفکر سیاسیات چارلس اے برڈ کے مطابق سامراجیت وہ طریقہ کار ہے جس کے تحت حکومت کی مشینری اور ڈپلومیسی کو دوسری اقوام یا نسلوں کے ماتحت علاقوں پر قبضہ کرنے، زیر حمایت رکھنے یا حلقہ اثر میں لانے کیلئے استعمال میں لایا جائے تاکہ صنعتی تجارت کی ترقی اور سرمایہ لگانے کے مواقع حاصل ہو سکیں۔

سامراجیّت بطور مکتب:

تاریخ بشریّت میں ابلیسیت باقاعدہ ایک مکتب کی صورت میں سامراج کے نام سے پندرہویں صدی میں منظم ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مشرق وسطی اور ایشیاء کے بارے میں اہل یورپ نہ ہونے کے برابر معلومات رکھتے تھے۔ ان کی معلومات کی کہکشاں زیادہ تر مارکو پولو کے سفرنامے کے گرد ہی گردش کرتی رہتی تھی۔

پھر جیسے جیسے ان کی معلومات بڑھتی گئیں یہ دوسرے ممالک کو مفتوح کرتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ سولھویں و سترہویں صدی میں سائنسی ایجادات اور صنعتی انقلاب نے سامراجی قوتوں میں نئی روح پھونکی اور ہالینڈ، برطانیہ، فرانس، سپین اور پرتگال نے دیگر ریاستوں کو مفتوح کرنے پر کمر کس لی۔ یاد رہے کہ صاحبان علم و دانش سامراجیّت کو اس کی عمر کے لحاظ سے دو حصوں سامراجیّت قدیم اور سامراجیّت جدید میں تقسیم کرتے ہیں۔

قدیم سامراج اور اس کا طریقہ واردات

پندرہویں صدی سے لے کر انیسویں صدی میلادی تک کے زمانے کو سامراجیّت قدیم کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں سامراجیّت کا طریقہ واردات کچھ اس طرح تھا:

۱۔ بغیر کوئی بہانہ ڈھونڈے دوسری ریاستوں پر قبضہ کر لیا جاتا تھا۔

۲۔قبضہ براہ راست کیا جاتا تھا۔

۳۔مفتوحہ ریاست کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی تھی، قتل عام کیا جاتا تھا اور بستیوں کو آگ لگادی جاتی تھی۔

سامراجی طاقتیں جلد ہی اس نتیجے پر پہنچ گئیں کہ یہ طریقہ ان کے لئے زیادہ سود مند نہیں ہے چونکہ اس طرح انہیں مندرجہ ذیل دو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا:

۱۔مفتوحہ ریاستوں میں پائی جانے والی عوامی نفرت انہیں بے چین کئے رکھتی تھی۔

۲۔کھلم کھلا لشکر کشی خود ان کی اپنی فوج کے تلف ہونے اور بھاری جنگی اخراجات کا باعث بنتی تھی۔

صنعتی انقلاب، نہر سویز کھلنے اور ریلوے کی ترقی کے بعد سامراجی ممالک نے دیگر ممالک کو مفتوحہ بنانے اور مقبوضہ رکھنے کیلئے نئے انداز اور طریقے وضع کئے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ترقی پذیر ممالک کو امداد دے کر من مانی شرائط منوائی جائیں اور ان کے علاقوں کو اپنے مفادات کیلئے استعمال کیا جائے۔

۲۔دنیا بھر میں ایسا تعلیم یافتہ طبقہ تیار کیا جائے جو سامراجی پالیسیوں کا ہمنوا ہو۔

۳۔غیر ترقی یافتہ علاقوں میں اپنی منڈیاں قائم کی جائیں۔

۴۔جمہوریت اور آزادی کے نام پر دیگر ممالک میں اپنی فوجیں داخل کر کے وہاں کے وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی سیاسی و معاشی مفادات حاصل کئے جائیں۔

سامراجیت کے چوتھے طریقہ واردات یعنی جمہوریت و آزادی اور خوشحال و ترقی کے نام پر کسی ملک میں فوجیں داخل کرنے کے عمل کو سیاسیات میں استعماریت یا نوآبادیات کہتے ہیں۔یعنی سامراجیت اصل ہے اور استعماریت اس کی ایک شاخ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ماضی میں بھی سامراجی طاقتیں جن ممالک کو مفتوح کرتی تھیں اُنہیں "نوآبادی" کہا جاتا تھا۔

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سامراجی قوتیں کچھ اس طرح کے بہانوں سے دیگر ممالک کو زیر تسلط لاتی تھیں کہ ترقی پذیر ممالک کے لوگ کاروبار حکومت چلانے نیز علمی و فنی پیشرفت کی صلاحیت نہیں رکھتے لہٰذا اُنہیں علوم و فنون سے آراستہ کرنے اور فلاح و بہبود کی شاہراہ پر گامزن کرنے کیلئے اور ان کی سیاسی فکر میں ارتقاء کیلئے ضروری ہے کہ انہیں مغلوب رکھ کر اُن پر کام کیا جائے۔

اس طرح کے لیبل لگا کر مختلف بہانوں سے طاقتور قومیں کمزور اقوام کا استحصال کرتی رہی ہیں، بالآخر 1945ء میں اقوام متحدہ نے اپنے منشور میں یہ شق شامل کی کہ کوئی ریاست کسی دوسری ریاست کو اپنی نوآبادی نہیں بنائے گی لیکن اس کے باوجود سامراجی طاقتوں نے بعد ازاں کئی دوسری ریاستوں کو اپنی نوآبادی بنایا ہے۔

مثلاً ماضی قریب میں روس نے افغانستان کو اپنی نوآبادی بنانے کیلئے حملہ کر دیا تھا اور تقریباً افغانستان کو اپنی نوآبادی بنالیا تھا، بعد میں امریکہ نے افغانستان اور عراق کو غیر اعلانیہ طور پر اپنی نوآبادی بنالیا ہے، اِسی طرح اسرائیل نے فلسطین اور لبنان کے بیشتر علاقے کو اور ہندوستان نے کشمیر کے ایک بڑے حصے کو اور روس نے چیکوسلواکیہ، ہنگری اور بلغاریہ وغیرہ کو آج بھی اپنی نوآبادی بنا رکھا ہے۔

آج بھی دنیا میں بہت سارے ایسے ممالک موجود ہیں جو بظاہر سامراجی افواج سے خالی ہیں لیکن سامراج اُن پر مالی کمک، منڈیوں اور صنعتوں کے ذریعے قبضہ جمائے ہوئے ہے اور دنیا کے تمام تر سیاسی و معاشی مسائل سامراج کے ناجائز تسلط اور غیر قانونی قبضے کی وجہ سے ہیں۔سامراجی طاقتوں نے اپنے ذاتی مفادات کے حصول کے لیے مختلف اقوام کو آج بھی دبوچ رکھا ہے۔

مثلاً اگر فلسطین کا مسئلہ حل ہوجائے تو سامراج، عربوں کی دولت کو نہیں لوٹ سکتا، اگر عراق و افغانستان کا مسئلہ حل ہوجائے تو امریکہ اور اس کے حواری اِس خطے کی دیگر ریاستوں کی نگرانی کرنے سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ عراق کے تیل سے بھی محروم ہوجائیں گے، اگر کشمیر سے بھارتی فوجیں نکل جائیں تو کشمیر کے آبی ذخائر، جنگلات اور معدنی ذخائر سے بھارت کو ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔

چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مذکورہ علاقوں میں سامراجی عناصر اپنے مفادات کے حصول کیلئے انسانی خون کو پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ان علاقوں میں کسی بھی طرح کی انسانی یا اخلاقی حدود کا احترام نہیں کیا جاتا۔یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ سامراجی طاقتوں نے اپنے معاشی مفادات کیلئے ایڈز، ہیپاٹائٹس اور امریکی سونڈی کے وائرس تک دنیا میں عام کئے تاکہ اُن کی دوائیاں اور انجکشن بڑے پیمانے پر فروخت ہوں۔

ساری دنیا کو سامراجی طاقتوں نے اپنے سیاسی و معاشی مفادات کی خاطر بدامنی اور عدم استحکام کی آگ میں جھونکا ہوا ہے۔اگر دنیا میں امن بحال ہوجائے تو سامراجیوں کا جنگی ساز و سامان اور اسلحہ کس سیارے پر فروخت ہوگا، چنانچہ سامراجی طاقتیں پوری دنیا میں ایک دوسرے کی مدد اور حمایت سے اپنے اپنے مفادات حاصل کر رہی ہیں۔

مثلاً امریکہ، اسرائیل کے مفادات پورے کرتا ہے، اسرائیل، بھارت کے مفادات کو پورا کرتا ہے، بھارت، سعودی عرب کے مفادات کی تکمیل کرتا ہے، سعودی عرب، پاکستان کو فوائد پہنچاتا، پاکستان امریکہ اور پاکستان، امریکہ کے

ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔۔۔یوں مفادات کی یہ زنجیر پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔
اس کے بعد آیئے سامراجِ جدید کا بھی ایک جائزہ لیتے ہیں:

سامراجِ جدید:

سامراج جدید کا آغاز بیسویں صدی میں ہوا اور یہ اصطلاح پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ میں افریقی وایشیائی ممالک کی ایک کانفرنس میں انڈونیشیا کے صدر احمد سوکارنو نے استعمال کی۔ جدید سامراج کا طریقہ واردات ملاحظہ فرمائیں:

جدید سامراج کا طریقہ واردات:

۱۔قبضہ غیر محسوس ہو۔ میڈیا کے ذریعے لوگوں کو مختلف ایشوز میں الجھا کر غیر محسوس انداز میں پہلے نفوذ کیا جائے پھر مستقل طور پر نظام کو اپنے زیر اثر لایا جائے۔

۲۔کسی بھی ملک کے مقامی افراد کو اپنے افکار کے مطابق تعلیم وتربیت دے کر فکری طور پر اپنا غلام بنایا جائے اور پھر انہی کے ذریعے حکومت کی جائے۔ جیسا کہ آج پاکستان میں ہو رہا ہے۔ پاکستان کے حکمران سامراجی نظام تعلیم کے لکھے پڑھے ہیں لہذا وہ امریکہ ویورپ کی محبت کا سرِ عام دم بھی بھرتے ہیں اور ان کے مفادات کی خاطر سب کچھ کرتے بھی ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے باصلاحیت نوجوان تعلیم اور روزگار کے حصول کے لئے سامراجی ممالک کا رخ کرتے ہیں اور پھر اسی رنگ میں رنگے جاتے ہیں، ان میں سے پھر بہت کم ہوتے ہیں جو اپنے ملک وملت کی فکر کریں۔ اس کے بعد آیئے جدید سامراج کے طریقہ واردات پر بھی ایک نگاہ ڈالتے ہیں:

جدید سامراج اور اس کا طریقہ واردات:

جدید سامراج کی زندہ مثال نیٹو ہے۔ نیٹو سامراج قدیم سامراج کے مذکورہ ہتھکنڈوں سے بھی لیس ہے اور اس کے علاوہ مندرجہ ذیل پالیسیوں پر بھی پابندی سے عمل پیرا ہے:

۱۔کسی بھی ملک پر باہر سے خود حملہ آور ہونا اور داخلی طور پر اس ملک میں مخصوص شدت پسند ٹولے تشکیل دے کر ممالک کو عدم استحکام اور عوام کو عدم تحفظ میں مبتلا کرنا۔ جیسے افغانستان میں طالبان اور القاعدہ کے ذریعے کیا گیا۔

۲۔دیگر ممالک میں کرپٹ سیاستدانوں، نام نہاد مفکرین، بزدل حکمرانوں، ڈکٹیٹر سلطانوں اور ناسمجھ خطباوعلماء کے ذریعے پہلے مقامی سطح پر سامراجی گروہ تشکیل دینا اور پھر خود لڑنے کے بجائے ان سامراجی گروہوں کے ذریعے اپنے مفادات کو حاصل کرنا۔ جیسا کہ پاکستان میں ہمیں خود نیٹو کے فوجی آ کر نہیں مارتے بلکہ ان کے تربیت یافتہ خودکش بمبار ہم پر حملے کرتے ہیں۔

اسی طرح برصغیر پر قبضے کے بعد انگریزوں نے مقامی غنڈوں کو جاگیریں اور خطابات دے کر مقامی استعمار کو تشکیل دیا۔ یہ مقامی استعمار بدمعاشی اور غنڈہ گردی کے ذریعے لوگوں کی رگوں سے خون نچوڑ کر انگریزوں کو پلاتا تھا اور برصغیر کے عوام ان بدمعاشوں اور غنڈوں کو اپنا مسیحا اور ہمدرد اور اپنے حقوق کے محافظ سمجھتے تھے۔ آج بھی ہمارے ہاں اکثر اسی طرح کے لوگ ہی سیاستدان کہلاتے ہیں اور اسمبلیوں میں نظر آتے ہیں۔

آج بھی ہمارے ہاں جو سکول اور کالج کے زمانے میں جتنا بڑا، قانون شکن، بدمعاش اور غنڈہ ہوتا ہے، مستقبل میں اس کے سیاستدان بننے کے امکانات اتنے زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ہمارے ہاں سامراج نے صرف سیاست اور مذہب کو جدا نہیں کیا بلکہ سیاست اور شرافت کو بھی جدا کیا ہے۔

تفصیلات کے لئے وکیل انجم کی کتاب فقط سیاست کے فرعون بھی ایک مرتبہ پڑھ لیں تو کافی ہے، اس کے علاوہ اپنے ہاں پائے جانے والے سیاستدانوں کی اخلاقی حالت کا خود سے بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے ہاں پائے جانے والے مقامی سامراج کا طریقہ واردات:

۱۔عوام کو تعلیمی ومعاشی طور پر ضعیف اور کمزور رکھا جائے۔

اس مقصد کے لئے تعلیمی نصاب کو بھی طبقاتی طور پر تقسیم کیا گیا ہے اور عام لوگوں کے بچے غیر معیاری تعلیم کے باعث کولہو کے بیل ہی بنے رہتے ہیں۔

۲۔لوگ آپس میں متحد نہ ہوں اور ایک دوسرے سے دشمنی کریں۔

اس مقصد کے لئے یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بڑے بڑے بیانات دے کر، اور ایک دوسرے پر الزامات لگا کر خود تو باڈی گارڈز اور پروٹوکول کے ہمراہ نقل وحرکت کرتے ہیں، اور اہم موقعوں پر ایک باہم شیر وشکر ہو جاتے ہیں جبکہ عام لوگ ان کے بیانات کو بنیاد بنا کر آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دشمنیاں اور ناراضگیاں مول لیتے ہیں۔ بعض اوقات تو مختلف پارٹیوں کے جیالے ایک دوسرے کو قتل بھی کر دیتے ہیں۔

۳۔تھانے، ایجنسیاں اور میڈیا مکمل طور پر ان کا مطیع ہو۔

استعماری ٹاؤٹ چونکہ کسی میرٹ اور قانون کے پابند نہیں ہوتے اور بعض اوقات توان کی ڈگریاں بھی جعلی ہوتی ہیں، اس لئے یہ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور میڈیا کو بھی اپنی لونڈی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں، اس مقصد کے لئے یہ دھونس اور رشوت ہر طرح کے حربے آزماتے ہیں۔

٦۔سیاست اور میڈیا سے مایوس ہو جائیں۔

میڈیا ریاستی اداروں اور بااثر شخصیات کی چھتری کے نیچے کام کر رہا ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ اکثر مقتدر شخصیات اور سیاستدانوں کے خلاف خبریں اس وقت نشر ہوتی ہیں جب پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے، لوگوں کو ذہنی طور پر پریشان رکھنے اور ناامید کرنے کیلئے ایسا ماحول بنایا جاتا ہے کہ سب ایک جیسے ہیں اور کہیں اصلاح وبہتری کی کوئی امید نہیں۔ چونکہ اگر عوام کو اپنی قوتِ بازو اور اچھے

لوگوں پر اعتماد ہوجائے اور اچھی شخصیات عوام میں اپنے قدم مضبوطی سے جمالیں تو پھر سیاست کے نام پر غنڈہ گردی اور بدمعاشی بالکل نہیں چل سکتی۔

۷۔لوگوں میں ان کے نام کا خوف قائم رہے۔

یہ لوگوں کو ڈرا کر رکھنے کے لئے گینگز اور غنڈے پالتے ہیں، اسمبلیوں میں بیٹھ کر دہشت گردوں کی سرپرستی کرتے ہیں، موقع ملنے پر پولیس اور فوج کے اہلکاروں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں، مخالفین کو عبرتناک طریقے سے قتل کرواتے ہیں، مثال کے طور پر ہم پرانے واقعات کے بجائے اپنے موجودہ سیاستدانوں کے کچھ حربے آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں:

کچھ عرصہ پہلے ہمارے ایک بڑے معروف سیاستدان نے اسلام آباد میں عدالت کی سیکیورٹی پر مامور پولیس اہلکار کو تھپڑ رسید کیا۔ یہ واقعہ کسی دورافتادہ گاوں میں پیش نہیں آیا بلکہ پاکستان کے دارالحکومت میں پیش آیا۔[1] یہ سب عوام کو قانون کے بجائے اپنی شخصیت سے مرعوب کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مشعال خان کو دردناک طریقے سے قتل کروانے میں، ایک عزت ماب تحصیل کونسلر پیش پیش تھا۔[2] یہ واقعہ بھی کسی جنگل میں نہیں بلکہ مردان یونیورسٹی میں پیش آیا۔

اس طرح کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ہم موضوع کی طوالت سے بچنے کے لئے صرف ایک مثال مزید پیش کرتے ہیں۔اسی طرح عمرکوٹ میں بڑی معروف سیاسی شخصیت نے بجلی چوروں کو گرفتار کرنے پر تھانے میں جاکر ایس ایچ او کی درگت بنائی۔[3] جس پر چیف جسٹس آف پاکستان میاں ثاقب نثار نے واقعے کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے آئی جی سندھ پولیس سے رپورٹ طلب کی۔[4]

اس کے بعد آیئے استعمار کے خلاف عوامی جدوجہد کے لئے ایک منصوبہ بندی کے حوالے سے غوروفکر کرتے ہیں:۔

سامراج کے خلاف عوامی جدوجہد کے لئے مجوزہ منصوبہ بندی:

جب تک ہم سامراج کو نہیں پہچانتے اور اس کے چنگل سے نہیں نکلتے اس وقت تک ہماری ملکی وقومی حالت بہتر نہیں ہوسکتی اور ہمارے سرکاری ادارے، فوج، پولیس اور ایجنسیاں عوامی توقعات پر بھی پوری نہیں اترسکتیں، چونکہ جب تک یہ ادارے خود سامراج کے کھینچے گئے دائرے کے پابند ہیں تب تک یہ حقیقی معنوں میں اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتے۔لہذا ضروری ہے کہ ان مسائل کے حل کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کی جائے۔

مجوزہ منصوبہ بندی

ا:۔سیاسی ودینی پارٹیوں میں ریسرچ سنٹرز اور تھنک ٹینکس تشکیل دیئے جائیں

سب سے پہلے ہمیں عالمی اور مقامی سامراج کی مکمل منصوبہ بندی پر عبور حاصل کرنا چاہیے ،ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ عالمی سامراج نے ہر شعبہ زندگی کے حوالے سے الگ ریسرچ سنٹرز اور تھنک ٹینکس تشکیل دے رکھے ہیں جو دن رات اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف ہیں۔مثلاً سامراج نے میڈیا، تجارت، نظام تعلیم وتربیّت، تہذیب و تمدّن و ثقافت، آرمی، خفیہ ایجنسیز، این جی اوز، منبر ومحراب اور سیاست سمیت ہر میدان کے لئے الگ سے ریسرچ سنٹرز قائم کر رکھے ہیں چونکہ میڈیا کا میدان تجارت واقتصاد سے مختلف ہے، تجارت واقتصاد کا میدان آرمی سے مختلف ہے، آرمی کی دنیا خفیہ ایجنسیوں سے مختلف ہے لہذا ہمیں بھی سامراج کے مقابلے کے لئے اسی شعبے کے ماہرین کے تجربات کی خدمات درکار ہیں۔

لہذا ہر شعبے سے متعلقہ ماہرین پر ہی ریسرچ سنٹرز تشکیل پانے چاہیے جو اپنی متعلقہ دنیا سے سامراج کے خاتمے کے لئے منصوبہ بندی کریں اور سامراجیت کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیکر اقوامِ عالم کو عصر حاضر کے سامراج کی سازشوں سے آگاہ بھی کریں اور ان سازشوں کا توڑ بھی بتائیں۔

اسی طرح مقامی سامراج کے خلاف بھی علمائے کرام اور دانشمندوں کو بولنا چاہیے اور اپنے اور ریاستی اداروں کے تحفظ کے لئے غنڈوں اور بدمعاشوں کے خلاف عوام کو منظم طریقے سے باشعور کیا جانا چاہیے۔

۲۔سامراج کی شناخت کروائی جائے

عالمی اور مقامی سامراج کے چنگل سے نجات کیلئے ضروری ہے کہ عوام کو سامراج کی صحیح شناخت کروائی جائے، لوگوں کو عالمی سامراجی اور مقامی سامراج کا ٹھیک تعارف کروایا جائے، اس کے ساتھ ساتھ سامراج کے جاسوس ٹولوں، تنظیموں اور پارٹیوں نیز وظیفہ خور سیاستدانوں سے آگاہ کیا جائے اور لوگوں کو یہ شعور دیا جائے کہ وہ اپنی مشکلات کے حل کے لئے بے دین اور بدمعاش لوگوں کے بجائے دیندار اور شریف لوگوں کی طرف رجوع کریں۔

۳۔تہذیب وتمدن کا تحفظ کیا جائے

مستکبرین لوگوں کی سیاسی وملی شعور کی ناپختگی سے فائدہ اُٹھا کر لوگوں کو مختلف دھڑوں میں تقسیم کرکے اُن پر اپنی تہذیب اور تمدن کو نافذ کرتے ہیں۔لوگوں کو تہذیب وتمدن کے نام پر فحاشی وعریانی سکھائی جاتی ہے لہذا اس صورت حال سے نجات کیلئے ضروری ہے کہ کسی بھی طور پر لوگوں کا رابطہ اپنی تہذیب وتمدن اور اپنے دانشمندوں سے نہیں کٹنے دینا چاہیے اور انہیں سامراج کی چالوں سے فوری طور پر آگاہ کیا جانا چاہیے۔

۴۔سامراج کے خلاف لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں

ضروری ہے کہ دانشمند حضرات لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے میں اپنا کردار ادا کریں، غنڈہ گردی اور بدمعاشی کرنے والی تنظیموں کے خلاف سب لوگ

مل کر جدوجہد کریں، اس طرح کے سیاستدان کہلانے والے لوگوں کے خلاف نفرت کا اظہار کریں اور دیگر علاقوں کے عوام سے اس سلسلے میں تعاون کریں۔

یاد رکھیں کہ مذہبی منافرت پھیلانے، دہشت گردوں کی سرپرستی کرنے، اپنے سیاسی ووٹ بینک کے لئے لوگوں کو مذہبی فرقوں میں تقسیم کرنے کے پیچھے بھی انہی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کرنے والے سیاستدانوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔لہذا ہمیں ایک دوسرے کے خلاف کافر کافر کے نعرے لگانے کے بجائے اپنے علاقے کے سیاسی بدمعاشوں کو پہچاننا چاہیے اوران کی چالوں میں نہیں آنا چاہیے۔

۵۔میڈیا سامراج کے خلاف فیصلہ کن کردارادا کرے

ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات اور مجلّات میں ہر سطح کے لوگوں کے ذہنی معیارات کے مطابق عالمی اور مقامی سامراج کی سازشوں، مظالم کے خلاف بریکنگ نیوز چلنی چاہیے،عوامی شعور کو بدمعاشوں کی غلامی سے نکالنے کے لئے، سیاسی تجزیہ وتحلیل پر مشتمل پروگرام نشر کئے جانے چاہییں، نیز اس موضوع پر باقاعدگی سے مقالات، کالمز اور اداریے لکھے جانے چاہییں۔

سامراجیت کے موضوع پر جابجا تحقیقی کانفرنسیں منعقد کرکے اُنہیں میڈیا میں بھرپور کوریج دی جائے۔اسی طرح عوام اور صحافیوں کو سیاست دانوں کے بارے میں اندھا دھند نعرے لگانے اور دھمال ڈالنے اور ڈانس کرنے کے بجائے سوچنے، تنقید وتبصرہ کرنے، اپنی رائے بیان کرنے، سامراج کے خلاف زبان کھولنے، الیکشن کے موقع پر بدمعاشوں کے بجائے شرفاء کی حمایت کرنے کی جرأت دی جانی چاہیے۔

۶۔تعلیمی ادارے اور نظام تعلیم:

دینی مدارس، سکولز، کالجز الغرض ہر سطح کے طالب علموں کے سامنے، ان کی سطح کے مطابق انہیں سیاسی شعور دیا جائے اور نیک وامین سیاستدانوں کو ان کے لئے آئیڈیل بنا کر پیش کیا جائے۔تاکہ ہمارے طالب علم مستقبل میں اچھے اور امین سیاستدان بن سکیں۔اسی طرح ہمارے دانشمندوں کو داخلی استعمار کے بنائے ہوئے طبقاتی نظام تعلیم کا توڑ سوچنا چاہیے اور ملک میں یکساں اور معیاری نظام تعلیم کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔

۷۔پبلک پلیٹ فارم، سیاسی ومذہبی اجتماعات کو آگاہی کا ذریعہ بنایا جائے

مختلف فرہنگی وثقافتی تقاریب کا انعقاد کیا جائے جن میں مختلف فنون کے ذریعہ سامراج کے مظالم سے پردہ اُٹھایا جائے، شعروشاعری اور مزاح نگاری نیز سیاسی و مذہبی اجتماعات میں سامراج کی تازہ ترین سازشوں سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے، مسجد ومنبر ومحراب سے سامراج کے خلاف آواز اٹھائی جائے، ظلم، ناانصافی اور پسماندگی، جہالت اور غیر معیاری سکولوں کے خلاف لوگوں کو میدان میں لایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ ان کے انسانی وریاستی حقوق کیا ہیں، ہینڈ بلز اور پمفلٹس نیز چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی صورت میں گلی محلوں اور قصبوں کی سطح تک عالمی اور مقامی سامراج سے متعلق ضروری مواد اور شعور وآگاہی پہنچائی جائے۔

۸۔اقتصادی وصنعتی مسائل کا حل سوچا جائے

سامراج کے اقتصادی وصنعتی ڈھانچوں کی درست رپورٹس اکٹھی کرکے ماہرین اقتصادیات کو فراہم کی جائیں اور ان سے گزارش کی جائے کہ وہ سامراج کے چنگل سے نکلنے کیلئے مستضعف اقوام کے لئے ٹھوس اقتصادی وصنعتی لائحہ عمل تیار کریں۔علاقوں کو پسماندہ رکھنے والے سیاستدانوں کا زور توڑا جائے اور پسماندہ علاقوں کے لوگوں کو بہترین معاشی امکانات فراہم کرنے کی منصوبہ بندی کی جائے۔

۹۔کمزور لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جائے

کمزور اور پسماندہ لوگوں کا ڈیٹا اکٹھا کیا جائے اور صاحب ثروت حضرات کی طرف سے کمزور لوگوں کی مختلف امور میں حوصلہ افزائی کی جائے، ان کے بچوں کی تعلیم وتربیت اور نوکریوں کے حوالے سے سکالر شپ سسٹم اور جاب سیل بنائے جائیں، اور انہیں یہ احساس دلایا جائے کہ اُن کا اور اس ملک کا مستقبل، وڈیروں اور جاگیرداروں کے بجائے، ان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔

۱۰۔اچھی سیاست سے عشق پیدا کیا جائے

لوگوں کو یہ سمجھایا جائے کہ دینِ اسلام میں سیاست بھی عین عبادت اور ایک مقدس عمل ہے، دین اسلام میں حکومت اور جمہوریت سے مراد لوگوں پر اللہ کے نیک اور صالح افراد کے ذریعے اللہ کی حکومت قائم کرنا ہے۔اس مقصد کے لئے لوگوں کو سامراج کے غلیظ لٹریچر اور کرپٹ سیاستدانوں کی خبروں اور بیانات کے بجائے دین اسلام کے سیاسی افکار، سلف صالحین کے سیاسی کارناموں اور پاکستان نیز دنیائے اسلام کے بہترین اور نیک سیاستدانوں کے کارناموں سے آشنا کیا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ عوام میں الٰہی اور حقیقی مسلمان سیاستدان بننے اور ایک نیک اور دیانتدار سیاستدان کو منتخب کرنے کا عشق پیدا کیا جائے۔

آخر میں عرض یہ ہے کہ آج ہمارے ہاں جتنی بھی، غربت، پسماندگی، کرپشن، بدنظمی اور ملی مشکلات ہیں اور ہمارے سرکاری ادارے عوامی توقعات پر پورا اترنے میں ناکام ہو چکے ہیں، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ آزاد نہیں ہیں، بلکہ ہم لوگ مقامی استعمار کے غلام ہیں اور عالمی استعمار مقامی استعمار کے ذریعے اپنے مفادات حاصل کر رہا ہے۔اگر ہم نے اپنی ملی حالت کو بہتر کرنا ہے تو یہ کام منصوبہ بندی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔آیئے ہم سب اپنے ملک کو بین الاقوامی اور مقامی سامراج کی غلامی سے نکالنے کے لئے اپنے اپنے وسائل اور ہمت کے مطابق اپنا اپنا کردار ادا کرنے کا عہد کریں۔

پاکستان پائندہ باد

آل سعود کا خاندانی پس منظر:
یہودیت سے سعودیت تک کا سفر

محمد ساخر

سعودی عرب دنیا کی وہ واحد مملکت ہے جس کا نام کسی خاندان کے نام پر ہے، سعودی عرب پر فرمانروا خاندان آل سعود کا پس منظر کیا ہے؟ اس خاندان کے آباء واجداد کون ہیں؟ اس خاندان کا تعلق کیا واقعی عرب کے مشہور خاندان عنزہ سے ہے جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے؟ کیا آل سعود حقیقت میں عربی النسل ہیں؟ یا یہ کسی اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور کیا ان کے آباء و اجداد مسلمان تھے یا ان کا تعلق کسی دوسرے مذہب سے تھا؟ یہ وہ تمام سوالات تھے جو تحقیق طلب تھے، چنانچہ اس تحقیق کا بیڑا محمد ساخر نے اٹھایا، محمد

ساخر کی یہ ریسرچ اس کے لیے موت کا پروانہ لے کر آئی اور سعودی حکام نے اپنی اصل حقیقت سامنے آنے پر اس شخص کو سزائے موت دے دی۔ محمد ساخر کی ریسرچ 851 ہجری میں قبیلہ عنزہ کی ایک شاخ آل مسالیخ سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد نے ایک تجارتی کارواں تشکیل دیا جس کا مقصد عراق سے غذائی اجناس خرید کر انہیں نجد لانا تھا، اس قافلے کا سالار سامی بن مثلول تھا، اس قافلے کا گزر جب بصرہ کے بازار سے ہوا تو قافلے کے کچھ لوگوں نے اشیائے خورد و نوش خریدنے کے لیے بصرہ کے بازار کا رخ کیا، وہاں وہ ایک تاجر کے پاس پہنچے، یہ تاجر یہودی تھا، اس کا نام مردخائی بن ابراہیم بن موسیٰ تھا، خرید و فروخت کے دوران اس تاجر نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا تعلق عنزہ قبیلے کی ایک شاخ المسالیخ سے ہے، یہ نام سننا تھا کہ یہودی کھڑا ہوا اور وہ ان میں سے ہر فرد سے بڑے تپاک کے ساتھ گلے ملا، اس نے بتایا کہ وہ خود اس قبیلے کی شاخ سے تعلق رکھتا ہے لیکن اپنے والد کے عنزہ قبیلے کے بعض افراد سے ایک خاندانی جھگڑے کی وجہ سے اس نے بصرہ میں آ کر رہائش اختیار کر لی، اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ قافلے والوں کے تمام اونٹوں پر گندم، کھجور اور چاول کی بوریاں لاد دی جائیں، یہودی تاجر کے اس رویے نے قافلے والوں کو حیران کر دیا، وہ انتہائی خوش ہوئے کہ عراق میں ان کے ایک خاندان کا فرد مل گیا ہے، جو ان کے رزق کا وسیلہ ہے، انہوں نے اس کی ہر بات پر من وعن یقین کر لیا، اگرچہ وہ تاجر یہودی تھا لیکن چونکہ المسالیخ قبیلے کے لوگوں کو اناج کی شدید ضرورت تھی لہٰذا انہوں نے اس کی مہمان نوازی کو اپنے لیے غنیمت جانا، جب قافلہ اپنا واپسی کا رخت سفر باندھ رہا تھا تو اس نے اہل قافلہ سے درخواست کی کہ وہ اگر اسے بھی اپنے ہمراہ لے چلیں تو یہ اس کے لیے بڑی خوش بختی ہوگی، کیونکہ اس کی عرصہ دراز سے خواہش ہے کہ وہ اپنے آباء واجداد کے وطن کو دیکھے، نجد پہنچ کر اس نے لوگوں سے راہ و رسم بڑھانا شروع کر دی اور کئی افراد کو اپنی چرب زبانی کی بنا پر، اپنے حلقہ اثر میں لانے میں کامیاب ہو گیا، لیکن غیر متوقع طور پر اسے وہاں القسیم سے تعلق رکھنے والے ایک مذہبی رہنما شیخ صالح السلمان عبداللہ کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، اس مذہبی عالم کی تبلیغ کا دائرہ نجد، یمن اور حجاز تک پھیلا ہوا تھا، یہودی کو اس شخص کی مخالفت کی وجہ سے مجبوراً یہ علاقہ چھوڑنا پڑا اور وہ القسیم سے الاحصاء آ گیا، یہاں آ کر اس نے اپنا نام تبدیل کر دیا اور » مردجائی « سے مرخان بن ابراہیم موسیٰ بن گیا، پھر وہ یہاں سے القطیف کے قریب ایک علاقہ

دراعیہ میں قیام پذیر ہو گیا، یہاں اس نے مقامی باشندوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے ایک من گھڑت کہانی کا سہارا لیا، کہانی یہ تھی کہ رسول اللہ (ص) کے زمانے میں مسلمانوں اور کفار کے مابین لڑی جانے والی جنگ احد میں ایک کافر کے ہاتھ رسول پاک (ص) کی ڈھال لگ گئی، اس کافر نے یہ ڈھال بنوقنیقہ کے ہاتھ فروخت کر دی، بنوقنیقہ نے اسے ایک بیش بہا خزانہ

سمجھتے ہوئے اپنے پاس محفوظ رکھا، یہودی تاجر نے اس علاقے کے بدوؤں کے درمیان اس طرح کی کہانیاں پھیلانا شروع کر دیں، ان من گھڑت کہانیوں کے ذریعے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ عربوں میں یہودی قبائل کا کتنا اثر ہے اور وہ کس قدر لائق احترام ہیں، اس نے اس طریقے سے عرب دیہاتیوں، خانہ بدوشوں، بدو قبائل اور سادہ لوح افراد میں اپنا ایک مقام و مرتبہ بنا لیا، آخر

اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ مستقل طور پر القطیف کے قریب درعیہ قصبے میں قیام کرے گا اور اسے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنائے گا، اس کے خیال میں یہ علاقہ عرب میں بڑی یہودی سلطنت کے قیام کے لیے راہ ہموار کرے گا، اپنے ان مقاصد کی تکمیل کے لیے اس نے عرب کے صحرائی بدوؤں سے روابط شروع کر دیے، اس نے اپنے آپ کو ان لوگوں کا » ملک « یعنی بادشاہ کہلوانا شروع کر دیا، اس موقع پر دو قبائل قبیلہ عجمان اور قبیلہ بنو خالد اس یہودی کی اصلیت کو جان گئے اور فیصلہ کیا کہ اس فتنے کو یہیں ختم کر دیا جائے، دونوں قبائل نے باہم اس کے مرکز درعیہ پر حملہ کر دیا اور اس قصبے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، جبکہ مردخائی جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور العارض کے نزدیک الملیبید غثیبہ کے نام سے ایک فارم میں پناہ لی۔ یہی العارض آج ریاض کے نام سے جانا جاتا ہے، جو سعودی عرب کا دار الخلافہ ہے، مردخائی نے اس فارم کے مالک ۔۔ کہ جو بہت بڑا زمیندار تھا۔۔ سے درخواست کی کہ وہ اسے پناہ دے، فارم کا مالک اتنا مہمان نواز تھا کہ اس نے مردخائی کی درخواست قبول کر لی اور اسے اپنے یہاں پناہ دے دی لیکن مردخائی کو اپنے میزبان کے پاس ٹھہرے ہوئے ایک ماہ ہی گزرا تھا کہ اس نے اپنے محسن اور اس کے اہل خانہ کو قتل کر دیا اور بہانہ یہ کیا کہ ان تمام کو چوروں کے ایک گروہ نے قتل کیا ہے، اس کے ساتھ اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس افسوس ناک واقعہ سے قبل اس نے اس زمیندار سے اس کی تمام جائیداد خرید لی تھی، لہٰذا اب اس کا حق بنتا ہے کہ اب وہ یہاں ایک بڑے زمیندار کی حیثیت سے رہے، مردخائی نے اس جگہ پر قبضہ جما لینے کے بعد اس کا نام تبدیل کر کے اپنے پرانے کھوئے ہوئے علاقے کے نام پر آل درعیہ رکھا اور اس غصب شدہ زمین پر فوراً ہی ایک بڑا مہمان خانہ تعمیر کروایا جس کا نام اس نے مضافہ رکھا، یہاں رہتے ہوئے اس نے آہستہ آہستہ اپنے مریدین کا ایک حلقہ بنا لیا جنہوں نے لوگوں کے درمیان یہ غلط طور پر مشہور کرنا شروع کر دیا کہ مردخائی ایک مشہور عرب شیخ ہے، کچھ عرصے بعد اس نے اپنے اصل دشمن شیخ صالح سلمان عبداللہ التمیمی کو ایک منصوبے کے تحت قصبہ آل زلافی کی مسجد میں قتل کروا دیا، اس اقدام کے بعد وہ ہر طرف سے مطمئن ہو گیا اور درعیہ کو اپنا مستقل ٹھکانا بنا لیا، درعیہ میں اس نے کئی شادیاں کیں، جن کے نتیجے میں وہ درجنوں بچوں کا باپ بنا، اس نے اپنے ان تمام بیٹے بیٹیوں کے نام خالص عرب ناموں پر رکھے، یہودی مردخائی کی یہ اولاد ایک بڑے عرب خاندان کی شکل اختیار کر گئی، اس خاندان کے لوگوں نے مردخائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غیر قانونی طریقوں سے لوگوں کی زمینیں ہتھیانا شروع کر دیں اور ان کے فارموں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، اب یہ اس قدر طاقتور ہو گئے کہ جو کوئی بھی ان کی شر انگیزیوں کے خلاف آواز اٹھاتا اسے قتل کروا دیتے، یہ اپنے مخالف کو زیر کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے، اپنے اثر و رسوخ کو مزید بڑھانے کے لئے انہوں نے رابعہ عزہ اور المسالیخ جیسے مشہور عرب قبائل کو اپنی بیٹیاں دیں، مردخائی کے لاتعداد بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام المقارن تھا، المقارن کے ہاں پہلا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا تھا، محمد کے بعد القارن کے ہاں اس کے دوسرے بیٹے نے جنم لیا جس کا نام سعود رکھا گیا، یہودی مردخائی کے اسی بیٹے کی نسل بعد میں آل سعود کہلائی۔

اتنے برس گزر جانے کے بعد آج آل سعود کھل کر اپنی اس اصل کی طرف پلٹ آئی ہے اور امت اسلامی کے مرکز میں یہودی و صیہونی سازش

پر عمل درآمد کروا رہے ہیں۔ مقدس ترین مقامات حرمین شریفین میں رقص و سرور کی محافل سجا کر امت اسلامی کے قلوب کو زخمی کر رہے ہیں۔

حج و عمرہ پر پابندیاں ہیں اور سماجی فاصلے کی سختی ہے مگر لاکھوں مرد و زن کے اختلاط پر مشتمل میوزک کنسرٹس ہو رہے ہیں۔ ملازمت کے لیے سعودیہ جانے والوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ قرنطینہ کریں ارو ہزاروں روپے ادا کریں مگر فحاشی کی محافل کے لیے آنے والے آزاد ہیں۔

یہ ہے بن سلمان کا ویژن 2030ء، آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

خطے میں اسلامی مزاحمتی بلاک کا مستقبل

تحریر: ڈاکٹر سعداللہ زارعی

اسلامی مزاحمتی بلاک، ایران سمیت اپنے تمام اراکین کیلئے ایک انتہائی مفید اور پائیدار سرمایہ ہے جو قلیل مدت، درمیانی مدت اور طویل مدت اثرات کا حامل ہے۔ ٹھیک اسی وجہ سے امریکہ کی مرکزیت میں اسلامی مزاحمت کا مدمقابل محاذ گذشتہ کئی سالوں سے اس بلاک کو توڑنے اور اس کی طاقت ختم کرنے کیلئے سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہے۔ اس مقصد کیلئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ایران سمیت اسلامی مزاحمتی بلاک کے دیگر رکن قوتوں پر شدید دباؤ ڈال رکھا ہے۔ امریکہ جب تک یہ مقصد حاصل نہیں کر لیتا اسے کوئی اور کامیابی مطمئن نہیں کر سکتی لہذا امریکی حکام ہر دستاویز کے متن میں اور اس کے ذیل میں اور ایران، عراق یا حزب اللہ لبنان کے ساتھ کسی بھی اختلافی موضوع میں "علاقائی مزاحمت" کا ایشو اٹھاتے رہتے ہیں۔

امریکہ ان ہتھکنڈوں کے ذریعے مدمقابل اسلامی مزاحمتی محاذ کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کرنے کیلئے دباؤ ڈالتا آیا ہے۔ ایسے حالات میں اسلامی مزاحمتی محاذ کی اہمیت اور اس میں ایران کے کردار کو واضح کرنا بہت ضروری ہے۔ اس بارے میں چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

1)۔ مختلف ممالک، تنظیمیں اور تحریکیں ایک یا دو اکٹھے اہداف کی خاطر متحدہ محاذ تشکیل دیتے ہیں۔ بعض اوقات درپیش مشترکہ خطروں یا نقصانات کا مقابلہ کرنا مقصود ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات بہتر پوزیشن تک رسائی مدنظر ہوتی ہے۔ البتہ بعض اوقات یہ دونوں اہداف ایک ساتھ مطلوب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر 1955ء میں ایک ایسی تنظیم تشکیل دینے کا تصور پیش کیا گیا جس کا مقصد اس وقت کی سپر پاورز یعنی امریکہ اور سوویت یونین کے فوجی تسلط کا مقابلہ کرنا تھا۔ یوں 1961ء میں ناوابستہ تحریک (Non- Aligned Movement) کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی طرح 1945ء میں اسی منطق کے تحت "عرب لیگ" کا قیام عمل میں آیا۔ 1949ء میں نیٹو معاہدہ انجام پانے کا مقصد بہتر فوجی سکیورٹی پوزیشن کا حصول تھا۔ اسی سال اسی مقصد کی خاطر وارشو پیکٹ بھی انجام پایا۔ اسلامی مزاحمتی بلاک تشکیل دینے میں بھی یہ دونوں قسم کے اہداف مدنظر تھے۔ یعنی ایک طرف درپیش خطرات اور رکاوٹیں برطرف کرنا مقصود تھا اور دوسری طرح برتر پوزیشن کا حصول بھی مدنظر تھا۔ دوسری طرف بعض اتحاد اور محاذ مخصوص سکیورٹی یا اقتصادی یا ثقافتی یا سیاسی یا قانونی مقاصد کیلئے تشکیل دیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر شنگھائی معاہدہ اور ماسٹرچٹ معاہدہ یا پاسیفک معاہدہ اقتصادی اہداف کے حصول کیلئے تشکیل پائے ہیں۔

اسی طرح اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل، جو درحقیقت ایک محاذ ہے، بھی سکیورٹی اہداف کی خاطر قائم کی گئی ہے اور افریقی یونین کے اہداف سیاسی نوعیت کے ہیں۔ البتہ یہ تمام اتحاد اور محاذ محدود پیمانے پر دیگر ایشوز پر بھی توجہ دیتے ہیں۔

2) اگرچہ اسلامی مزاحمتی محاذ کی تشکیل کیلئے ایک خاص "نقطہ آغاز" بیان نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے باوجود کوئی شخص اسلامی انقلاب کے ساتھ اس محاذ کی وابستگی میں شک و تردید نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف اس بات میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں پایا جاتا کہ انقلاب اسلامی نے اپنی فتح کے آغاز سے ہی اور حتی اس سے بھی پہلے مسلم ملتوں پر مشتمل ایک متحدہ محاذ کی تشکیل کو اپنا مقصد قرار دے رکھا تھا۔

اگر ہم امام خمینی رح اور انقلاب اسلامی کے دیگر رہنماؤں جیسے امام خامنہ ای، شہید مطہری اور شہید بہشتی کی جانب سے جاری کردہ بیانیوں کا جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ وہ دنیا میں ایک نیا محاذ قائم کرنے کے درپے تھے۔ امام خمینی رح نے اپنی تقریروں کے دوران ایسے جملے استعمال کئے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہ مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مثال کے طور پر "اے مستضعفین جہان، اٹھ کھڑے ہوں" یا "اسلام دنیا کے کلیدی مورچے فتح کر لے گا" اور "ہم مغرب اور مشرق کے مقابلے میں تیسرا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں" اور "ہمیں مستضعفین پارٹی تشکیل دینی چاہئے" اور بہت سے ایسی مثالیں موجود ہیں۔

امام خمینی رح کے زمانے میں ہی اسلامی مزاحمتی محاذ کا تصور تشکیل پا چکا تھا اور اس کی بنیاد پر پیدا ہونے والی ثقافت بین الاقوامی سطح پر بھی سامنے آ چکی تھی۔

ایران میں بعض منحرف گروہوں نے مخصوص انداز بیان اور اقدامات کے ذریعے اسلامی مزاحمت کا چہرہ بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں ابتدا میں ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ دوسری طرف امام خمینی رح نے ہرگز اپنی تقریروں اور تحریروں میں اسلامی مزاحمتی بلاک کی تشکیل کو نظرانداز نہیں کیا۔ فروری اور مارچ 1989ء کے مہینوں میں امام خمینی رح کے جاری کردہ پیغامات میں اسلامی

مزاحمتی محاذ کی تشکیل پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔لہذا امام خمینی رح کی مبارک اور نورانی زندگی میں ہی اسلامی مزاحمتی بلاک کی تشکیل کی اہمیت واضح ہو چکی تھی اوراس کی نظریاتی بنیادیں فراہم کردی گئی تھیں۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہی بنیادوں پر عمارت کی تشکیل کا کام شروع ہو گیا اور آج خطے میں اسلامی مزاحمتی بلاک ایک نا قابل انکار حقیقت بن کر سامنے آچکا ہے۔

3)۔رہبر معظم انقلاب اسلامی امام خامنہ ای جب ایران کے صدر تھے،تو انہوں نے اس دوران خطے کی مذہبی انقلابی تنظیموں جیسے حزب اللہ لبنان اور بدر عراق سے انتہائی قریبی اور خاص تعلقات استوار کر رکھے تھے۔ لہذا انہوں نے اسلامی جمہوریہ ایران کے سپریم لیڈر کی ذمہ داری سنبھالنے کے فوراً بعد اسلامی مزاحمتی بلاک تشکیل دینے کیلئے موثر کوششیں اور اقدامات انجام دینا شروع کر دیے۔انہی کوششوں کے نتیجے میں صرف دو سال بعد یعنی 1990ء میں ہی اندرونی سطح پر اور خطے کی سطح پر ضروری تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دے دیا گیا۔ایران کے اندر سپاہ پاسداران میں موجود بسیج یونٹ کو "مزاحمتی فورس" میں تبدیل کر دیا گیا جبکہ علاقائی سطح کیلئے "قدس فورس" تشکیل دی گئی۔اس تنظیم سازی کی بنیاد بسیج اور قدس فورس کا چند شعبوں میں ایک ساتھ سرگرم ہونے پر استوار تھی۔

بسیج اور قدس فورس ایک ہی وقت میں سیاسی،فوجی،سکیورٹی،اقتصادی،ثقافتی، علمی،سماجی وغیرہ شعبوں میں سرگرم عمل تھیں۔امام خامنہ ای مدظلہ العالی نے اپنی ایک تقریر کے دوران کہا: "قدس فورس ایک فوجی طاقت یا انٹیلی جنس طاقت یا سہولیات فراہم کرنے والی طاقت یا ایک سفارتی طاقت یا ایک اقتصادی طاقت یا ایک سیاسی طاقت نہیں ہے بلکہ ان تمام امور کیلئے مختلف ادارے جیسے آرمی، وزارت انٹیلی جنس، وزارت تجارت، وزارت خارجہ، وزارت اقتصاد اور وزارت داخلہ موجود ہے۔ قدس فورس ان تمام پہلوؤں پر مشتمل ہونی چاہئے۔" اس کی بنیادی وجہ بھی یہ ہے کہ جب ایک فعال اور سرگرم محاذ نہ کہ دفاعی محاذ کی تشکیل کی بات ہوتی ہے تو ان تمام شعبوں میں سرگرمیوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کی قدس فورس 1990ء میں اس جامع مقصد کیلئے تشکیل دی گئی تھی۔

بعد میں رہبر معظم انقلاب اسلامی نے متعدد پہلوؤں پر مشتمل شخصیت کے مالک شہید قاسم سلیمانی رح کی مناسبت سے منعقدہ ایک تقریب میں قدس فورس کی تشکیل کے مقاصد کے کچھ پہلو واضح کئے تھے۔لہذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ حضرت امام خمینی رح نے نظریے کی حد تک اسلامی مزاحمتی محاذ کا تصور پیش کیا اور اس تصور نے امام خامنہ ای مدظلہ العالی کی رہبریت کے ابتدائی سالوں میں حقیقت کا روپ دھار لیا اور علاقائی اور عالمی سطح پر ظہور پذیر ہو گیا۔البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رہبر معظم انقلاب نے گذشتہ تین عشروں کے دوران اسلامی مزاحمتی بلاک کے مختلف پہلوؤں،نتائج اور قواعد وضوابط کی بہت اچھی طرح وضاحت فرمائی ہے۔اسی طرح امام خامنہ ای مدظلہ العالی نے اسلامی مزاحمتی بلاک کے پھلنے پھولنے اور فروغ پانے میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

4)۔ جیسا کہ بیان ہوا ہے، اسلامی مزاحمتی بلاک ایران سمیت اپنے تمام اراکین کیلئے ایک عظیم سرمایہ ہے جس کے قلیل المیعاد، درمیانی مدت اور طویل المیعاد اثرات پائے جاتے ہیں۔ یہ اثرات ٹیکٹیکل نوعیت کے بھی ہیں اور اسٹریٹجک نوعیت کے بھی ہیں۔اب تک اسلامی مزاحمتی محاذ ایران کیلئے بھی اور دیگر رکن ممالک اور تنظیموں کیلئے بھی انتہائی سودمند اور مفید ثابت ہوا ہے۔اگر اسلامی مزاحمتی بلاک نہ ہوتا تو آج ایران،عراق،شام،لبنان اور یمن حکومتیں بھی نہ ہوتیں اور شدید اقتصادی پابندیوں نے ایران کو اقتصادی لحاظ سے تباہ کر کے نابود کر دیا ہوتا اور ایران حکومت آج عوام کی بنیادی ضروریات پورا کرنے کے قابل نہ ہوتی۔ اسلامی مزاحمتی محاذ کی برکت سے آج ایران سمیت دیگر انقلابی حکومتیں اور تنظیمیں عالمی استکباری طاقتوں کے سامنے ڈٹی ہوئی ہیں۔

اگر اسلامی مزاحمتی محاذ نہ ہوتا تو عراق اور شام کی معیشت بھی تباہ ہو چکی ہوتی۔ جیسا کہ امریکی حکام نے اسلامی مزاحمت کے تمام رکن ممالک اور تنظیموں کے خلاف شدید اقتصادی جنگ شروع کر رکھی ہے اور ان کی اقتصادی نابودی کیلئے منظّم انداز میں منصوبہ بندی کے تحت ایڑی چوٹی کا زور لگانے میں مصروف ہیں۔ اسلامی مزاحمتی بلاک آج اس قابل ہو چکا ہے کہ عالمی سطح پر سکیورٹی،اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے فیصلہ ساز اداروں میں براہ راست یا بالواسطہ طور پر اپنی موجودگی یقینی بنا کر اظہار وجود کر سکے۔یوں اسلامی مزاحمتی بلاک ان اداروں میں مزاحمت مخالف فیصلے تشکیل پانے سے روکنے میں کامیاب رہا ہے اور اس کے اراکین کیلئے اقتصادی،سیاسی اور دیگر شعبوں میں کامیابی کے نئے افق نمودار ہو رہے ہیں۔

اسلامی مزاحمتی بلاک تشکیل پائے تقریباً دو عشرے گزر چکے ہیں اور ان تمام سالوں میں اسلامی مزاحمت نے علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر بہت سے مورچے فتح کئے ہیں۔اگرچہ بعض حلقوں کی جانب سے اسلامی مزاحمتی بلاک پر شدید تنقید بھی کی جاتی ہے لیکن اس بلاک کو حاصل ہونے والی کامیابیاں اس قدر واضح اور عظیم ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔اب تک کسی محاذ پر اسلامی مزاحمتی بلاک ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں ہوا اور نہ ہی اس نے اپنا ہدف اور موقف بدلا ہے۔البتہ اسلامی مزاحمتی بلاک میں شامل اراکین کے درمیان اقتصادی، سیاسی، ثقافتی، فوجی اور سکیورٹی تعلقات کو مزید فروغ دینے کیلئے ان رکن ممالک کے انفرا اسٹرکچر میں بعض اصلاحات کی انجام دہی ضروری ہے جس پر تیزی سے کام جاری ہے۔

آخری تین ماہ نے قلعی کھول دی

از: عابد بہشتی

گذشتہ چند سالوں میں ترک معیشت کی ترقی کے کو لیکر جو سحر طاری کیا گیا تھا اس کی قلعی سال کے آخری تین ماہ نے کھول کر رکھ دی۔

اور اب اس بات کا پورا خطرہ پایا جاتا ہے کہ نئے سال میں معیشت کی گراوٹ کا طوفان ترک حکمران جماعت جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی کا انتظار کر رہا ہے۔

مسلمان سیکولر ملک ترکی میں جس وقت بظاہر ایک اسلامی پارٹی جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ نے اقتدار سنبھالا تو یہ ایک چیلنج تھا لیکن متاثر کن معاشی ترقی کے تجربے نے ترکی کو جلد ہی سب کی توجہ کا مرکز بنا دیا۔

یہاں تک کہ بہت سے مسلم ممالک کے حکمران ترکی اور اس کے صدر اردگان کو ایک رول ماڈل کے طور پر پیش کرنے لگے تھے۔

جبکہ مسلم عوام اردگان کے گن گاتے نہیں تھک رہے تھے انہیں اردگان کی شکل میں خلافت عثمانی کے سلطان کی واپسی دیکھائی دے رہی تھی۔

اور خود اردگان بھی مغربی ایشیا سے لیکر افریقہ تک کو فتح کرنے کی دوڑ میں ہر متنازعہ مسئلے میں کودنے کو ضروری سمجھ رہا تھا۔

سن 2003 سے لیکر سن 2011 تک اردگان کا پاپولر نعرہ تھا کہ ”پڑوسی ممالک کے ساتھ صفر زیرو مسائل“ اس نعرے نے اردگان کو نہ صرف ترکی میں مزید عوامی مقبولیت دی بلکہ اس کی معیشت کے لئے بھی نئی راہیں کھول دیں اور انقرہ کے بین الاقوامی تعلقات میں بالخصوص یورپ، امریکہ اور روس کے ساتھ مثبت اثرات مرتب کئے ۔

لیکن جلد عرب ممالک میں وہ خونی بہار کی ہوا چل پڑی جس نے اردگان کے ایجنڈوں میں موجود پوشیدہ نوٹس کو یک بعد دیگر طشت از بام کرنا شروع کر دیا، خاص طور پر تیونس، مصر اور مراکش میں اخوان المسلمین کے اقتدار سنبھالنے کے بعد تو گویا سلطنت عثمانی کی واپسی کا خواب مضبوط ہوتا چلا گیا

اردگان کا خیال تھا کہ یہ ایک مناسب موقع ہے کہ وہ اپنے تجربے کو خطے کے ممالک پر مسلط کر سکتا ہے ۔

لیکن سب سے زیادہ فوکس ہمسائیہ ملک شام تھا کہ جس کے ساتھ ترک مذہبی، قومی اور تزویراتی کلکولیشن بالکل فٹ بیٹھ جاتی تھی۔

ان منصوبوں کے اثرات اندرونی طور پر بھی نمودار ہونے لگے اور اس کا آغاز سب سے پہلے 15 جولائی 2016 کو فتح اللہ گولن (اردوگان کے سابق اسٹریٹجک اتحادی) کے پیروکاروں کی جانب سے بغاوت کی ناکام کوشش کے بعد سے ہونے لگا۔

اس ناکام بغاوت نے اردگان کے ہاتھ مکمل طور پر کھول دیے اور اسے ایک عوامی منتخب رہنما سے نیم آمریت کی جانب بڑھنے کا پورا موقع مل گیا۔

اردگان نے پہلا قدم ملک کے سیاسی نظام کو پارلیمانی سے صدارتی تک بدل کر اٹھایا، اور پھر تمام ریاستی اداروں کو اپنے کنٹرول میں لینا شروع کر دیا یہاں تک کہ فوج، انٹیلی جنس، سیکورٹی، عدلیہ، میڈیا، حتیٰ کہ مرکزی بینک تک کا کنٹرول۔۔۔

ترک اپوزیشن نے معاشی ترقی کے پیچھے کارفرما مصنوعی آکسیجن کے خطرات سے پہلے ہی آگاہ کیا تھا لیکن اردگان کی جانب سے خود کو ملک کا غیر اعلانیہ مطلق العنان حکمران کی پوزیشن لینے کے بعد سے ترک معیشت کے ہچکولوں کو عوام نے بھی آہستہ آہستہ محسوس کرنا شروع کر دیا

سن 2017 میں اردگان نے ایک عام ریفرنڈم کرا کر خود کو ملک کے صدر ہونے کا اعلان کر دیا جبکہ اپوزیشن نے اس وقت الزام لگایا تھا کہ یہ ریفرنڈم ایک کھلی دھاندلی تھی۔

اس ریفرنڈم کے فوراً بعد اردگان نے خود کو خودمختار سرمایہ کاری فنڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کا چیئرمین مقرر کیا، اور اپنے داماد براٹ البیرک کو وزیر خزانہ اور فنڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں اپنا نائب مقرر کر دیا۔

تجزیہ کار کہتے ہیں کہ ترک معیشت نے ان تعیناتیوں کے بعد تیزی سے تنزلی کی جانب سفر شروع کیا جبکہ اسی دوران اپوزیشن مسلسل اردگان اور اس کے داماد کے مالیات خورد برد اور پبلک سیکٹر کے اداروں میں 70 بلین ڈالر کی اپنے نام پر نجکاری کا بھی الزام لگایا کہ جس میں ائرپورٹس، بندرگاہیں، ڈیم،

بقیہ صفحہ نمبر 27

محبین کا العارف

عباس علوی
abbasalvi2112@gmail.com

شجرہ طیبہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہ

اسم مبارک:۔فاطمہ

لقب:۔زہرا

کنیت:۔ام الائمہ

والد بزرگوار:۔محمد مصطفیٰ

والدہ ماجدہ:۔خدیجتہ الکبریٰ

مدت سال:۔63سال

جائے ولادت:۔مکہ معظّمہ 20جمادی الثانی،614ء

تاریخ ولادت:۔17ربیع الاول،570ء

تاریخ شہادت:۔28صفرالمظفر 11ھ632ء

مدفن:۔مدینہ منورہ

☆☆☆☆☆☆☆

فرامین معصومین علیہ سلام

1۔حضرت امام محمد باقر کا فرمان ہے کہ:۔صلہ رحمی سے اعمال پاکیزہ، روزی میں برکت، بلائیں دور اور حساب وکتاب میں آسانی کے علاوہ طولانی ہوتی ہے۔

(کافی ج2،ص:150)

2۔حضرت امام جعفر صادق علیہ سلام کا فرمان ہے کہ:۔جو شخص تم پر تین مرتبہ غضبناک ہو اور تمہیں برا نہ کہے اس شخص کو دوستی کیلئے انتخاب کرو۔

(امالی شیخ صدوق،متن 670 مجلس نودوپنج)

3۔حضرت امام علی علیہ سلام کا فرمان ہے کہ:۔جو شخص بے ارزش(بے اہمیت) کام کو انجام دینے میں مشغول ہو جاتا ہے وہ اہم کام کو ضائع کر دیتا ہے۔

(غرر الحکم،ص624)

5۔حضرت امام علی علیہ سلام کا فرمان ہے کہ:۔ہمیشہ نفس کے خلاف جہاد کرتے رہو تا کہ نفس پر غلبہ حاصل کر سکو۔

(عیون الحکم ص:89)

☆☆☆☆☆☆☆

معلومات عامہ

1۔ایک دن میں 80سے 100تک انسانی بال جھڑتے ہیں۔

2۔ورزش کے دوران انسانی دل 150بار فی منٹ کے حساب سے دھڑکتا ہے۔

3۔انسانی آنکھ ایک دن میں 20000بار جھپکتی ہے۔

4۔انسانی جلد جسم کا وہ حصہ ہے جو سردی، گرمی، دباؤ اور درد کو محسوس کر سکتی ہے۔

5۔انسان کی انگلی کا ناخن ایک سال میں ڈھائی انچ بڑھتا ہے۔

6۔خون ایک گردے میں 24 گھنٹے کے دوران 400بار گزرتا ہے۔

7۔جھینگر اپنے گھٹنے پر موجود باریک مسامات کے ذریعے سنتا ہے۔

8۔تندرست انسان کا درجہ حرارت 98.6فارن ہائیٹ ہوتا ہے۔

9۔روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔

10۔انسانی آنکھ ایک کروڑ مختلف رنگوں کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

11۔ناک 4000خوشبوؤں کو سونگھ کر ان میں تمیز کر سکتی ہے۔

12۔زبان 9000ذائقوں میں تمیز کر سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

علم طب (میڈیکل سائنس) کی آبرو

علم طب کی آبرو شیخ بوعلی سینا(1037ء) نے سب سے پہلے تپ دق کا متعدی ہونا دریافت کیا تھا۔شیخ الرئیس نے پانی کے ذریعہ بیماری کے

پھیلنے کا بھی ذکر کیا۔اس نے شہرہ آفاق تصنیف القانون میں انکشاف کیا کہ پانی کے اندر چھوٹے چھوٹے مہین کیڑے (مائیکروب) ہوتے جو انسان کو بیمار کر دیتے ہیں۔اس نے مریضوں کو بے ہوش کرنے کیلئے افیون دینے کا کہا۔ اس نے ہی پھیپھڑے کی جھلی کا ورم (Pleurisy) معلوم کیا۔اس نے انکشاف کیا کہ سل کی بیماری (Phthisis) متعدی ہوتی ہے۔اس نے فن طب میں علم نفسیات کو داخل کیا اور دواؤں کے بغیر مریضوں کا نفسیاتی علاج کیا۔اس نے بتلایا کہ ذیابطیس کے مریضوں کا پیشاب میٹھا ہوتا ہے۔اس نے سب سے پہلے الکحل کے جراثیم کش (اینٹی سپٹک) ہونے کا ذکر کیا۔اس نے ہر دنیا کے آپریشن کا طریقہ بیان کیا۔اس نے دماغی گلٹی (برین ٹیومر) اور معدہ کے ناسور (سٹامک السر) کا ذکر کیا۔اس نے انکشاف کیا کہ نظام ہضم لعاب دہن سے شروع ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اینڈرومیڈا کہکشاں کی دریافت

عبدالرحمٰن الصوفی (ایران) پہلا عالمی ماہر افلاک تھا جس نے 964ء میں اینڈرومیڈا گلیکسی (Andromeda M31) Galaxy کو دریافت کیا تھا۔ہمارے نظام شمسی سے باہر کسی اور اسٹار سسٹم کے ہونے کا یہ پہلا تحریری ثبوت تھا جس کا ذکر اس نے اپنی تصنیف کتاب الکواکب الثابت المصور (Book of Fixed Stars) میں کیا۔یہی کہکشاں سات سو سال بعد جرمن ہیئت دان سائمن (Simon Marius D1624) نے دسمبر 1612ء میں ٹیلی سکوپ کی مدد سے دریافت کی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

فصل کیوں نہیں اگتی!

کسان بہت محنتی تھا۔اس کی زمین سے محبت پر افسانے لکھے جاتے۔اپنی زمین پر چلتے ہوئے وہ یوں محسوس کرتا جیسے جنت کے باغ میں چل رہا ہو۔وہ صبح سویرے سورج نکلنے سے پہلے اپنی زمین پر ہوتا۔ہر سال اچھی فصل اگتی۔کسان کی عمر انہی زمینوں میں گزری تھی۔لیکن اب وہ بوڑھا ہو چلا تھا۔اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا کہ آج سے تم میری زمینیں سنبھالو گے۔کسان کے بیٹے نے اگلے دن سے ہی زمینیں سنبھال لیں۔ان دنوں گرمی کا موسم تھا،ساون آنے والا تھا۔ساون کے آنے سے پہلے اس نے تمام کھیتوں میں ہل چلوا دیے تاکہ زمین اچھی طرح پانی جذب کرسکے۔کسان کے بیٹے نے سخت محنت کی اور زمین کو چند ماہ میں تیار کرلیا۔جب زمین میں بیج بونے کا وقت آیا تو گاؤں کے ایک بیج فروش کے پاس گیا۔بیج فروش نے اسے بیج دے دیا۔فصل بونے کے بعد کسان کا بیٹا زیادہ تر گھر ہی رہتا۔اب تو بس فصل کے اگنے کا انتظار تھا۔بارشوں سے پانی کا مسئلہ حل ہو جاتا،لہذا زیادہ جانا نہیں پڑتا۔چند ہفتوں بعد کسان کا بیٹا کھیتوں میں گیا،تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مطلوبہ فصل کی بجائے کھیتوں میں جڑی بوٹیاں اگی ہوئی ہیں۔اسے لگا کہ شاید فصل اگنے میں ابھی دیر ہے۔اگلے چند ہفتے وہ مسلسل جاتا رہا اور یہ دیکھ کر وہ شدید پریشان ہوا کہ کھیت جڑی بوٹیوں سے بھر گئے ہیں۔

کسان کے بیٹے نے اگلے سال بھی بہت محنت کی۔پچھلے سال کی جڑی بوٹیوں کو کسی حد تک زمین سے نکالا۔زمین کو تیار کیا اور دوبارہ سے بیج فروش سے بیج لا کر بو دیا۔اس دفعہ اس سے زیادہ محنت کی تھی۔زیادہ پیسہ، توانائی اور وقت لگایا۔صبح شام کھیتوں میں جاتا رہا۔لیکن اس بار بھی نتیجہ نہ بدلا۔چند ہفتوں بعد ہی کھیت جڑی بوٹیوں سے بھر چکے تھے۔اس سال بھی اسے فصل ملنے والی نہیں تھی۔وہ سوچ رہا تھا کہ محنت کا پھل تو میٹھا ہوتا ہے۔پھر اسے کیوں یہ کڑوا پھل مل رہا تھا۔اس نے محنت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اسے سے اگلے سال اس نے پچھلے سالوں سے زیادہ محنت کی۔

زمین کو جڑی بوٹیوں سے پاک کیا۔زمین کو تیار کیا اور بیج فروش سے بیج لا کر فصل بو دی۔اس سال بھی نتیجہ وہی رہا۔کسان کا بیٹا مایوس ہو گیا کہ اسے فصل بونا نہیں آتا۔اسے کھیتی باڑی کے علاوہ کوئی کام کرنا چاہیئے۔اس نے بوڑھے کسان کو اپنے فیصلے کے بارے میں بتایا۔کسان نے جب سارے حالات سنے تو بولا کہ تم نے جو کام کیا،اس کے نتیجے میں جڑی بوٹیوں کو ہی اگنا چاہیئے۔کسان کے بیٹے نے حیرت سے پوچھا کہ وہ کیوں ایسا کہہ رہا ہے۔کسان نے کہا کہ کھیت میں جڑی بوٹیاں اس لیے اگ رہی ہیں،چونکہ تم دشمن سے بیج خرید رہے ہو۔اپنی زمین پر جتنی مرضی محنت کر لو،جتنا مرضی پیسہ،توانائی اور وقت لگا لو،اگر دشمن سے بیج لے کو ڈالا،تو بدلے میں میٹھا پھل کبھی نہیں ملے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆

سلام بر ابراہیم

ایک مجاہد کی دل پذیر داستان شجاعت (سلسلہ وار)

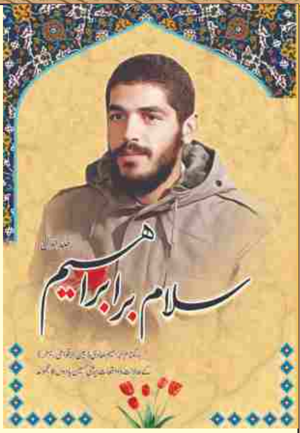

قسط نمبر 2

پہلوان

(حسین اللہ کرم)

سید حسین طحامی ہمارے پہلوان کلب میں آئے ہوئے تھے اور جوانوں کے ساتھ ورزش کر رہے تھے، اگرچہ اب سید، کافی دنوں سے عالمی چمپئن شپ مقابلوں میں شرکت نہیں کر رہے تھے، لیکن پھر بھی جسمانی اعتبار سے وہ کافی مستعد تھے۔ ورزش ختم ہونے کے بعد انہوں نے حاجی حسن صاحب کی طرف رُخ کر کے کہا: حاجی صاحب! کیا کوئی میرے ساتھ کُشتی لڑنے کے لئے تیار ہے؟

حاجی حسن صاحب نے جوانوں پر ایک نظر ڈالی اور کہا: ابراہیم، اور پھر ابراہیم کو رنگ میں اترنے کا اشارہ کیا۔ عام طور پر پہلوانی کُشتی میں جو بھی حریف زمین پر چت ہو جائے تو وہ ہار جاتا ہے۔

کُشتی شروع ہوگئی اور ہم سب لوگ تماشا دیکھنے لگے، ایک طویل مدت تک دونوں کُشتی گیر ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش میں تھے لیکن دونوں میں سے کوئی بھی زمین پر نہیں گرا...!

دونوں لوگ زبردست دباؤ میں تھے لیکن ایک دوسرے کو مغلوب نہ کر سکے اور آخر کار یہ کُشتی مقابلہ برابری پر ختم ہوگیا۔ کُشتی کے بعد سید حسین صاحب چلا چلا کر کہنے لگا: واہ! بارک اللہ، بارک اللہ، کیا بہادر جوان ہے! ماشاءاللہ پہلوان!

مقابلہ اب ختم ہو چکا تھا اور حاجی حسن صاحب مسلسل طور پر ابراہیم کے چہرے کو نظر جمائے دیکھ رہے تھے۔ ابراہیم سامنے آیا اور بڑے تعجب آمیز لہجہ میں پوچھا: حاجی صاحب، کیا بات ہے! کوئی مسئلہ پیش آیا ہے؟

حاجی حسن صاحب نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا: پرانے زمانے میں اس تہران میں صرف دو ہی لوگ پہلوان تھے؛ ایک کا نام تھا حاجی سید حسن رزّاز اور دوسرا حاجی محمد صادق کریسٹل والا، یہ دونوں آپس میں بڑے گہرے دوست تھے۔ کُشتی میں بھی ان لوگوں کا کوئی حریف اور مقابل نہیں تھا، لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ دونوں لوگ خدا کے نیک اور خالص بندے تھے اور ورزش کو ہمیشہ قرآن کی چند آیات کی تلاوت اور حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کی مصیبتوں کو یاد کر کے اپنی اشک آلود آنکھوں کے ساتھ شروع کرتے تھے۔ حاجی محمد صادق صاحب اور حاجی سید حسن صاحب کی گرم سانسیں مریضوں کو شفا بخشتی تھیں۔

اس کے بعد جاری رکھتے ہوئے کہا: ابراہیم! میں تجھے ان ہی لوگوں کی طرح ایک پہلوان سمجھتا ہوں! ابراہیم نے بھی مسکراتے ہوئے کہا: نہیں حاجی صاحب! میں کہاں اور وہ لوگ کہاں!

حاجی حسن صاحب کی ابراہیم کی اتنی تعریف پر بعض جوان لوگ ناراض بھی ہو گئے۔

اس واقعہ کے دوسرے دن تہران کے ایک پہلوان کے کلب کے پانچ پہلوان ہمارے کلب میں آگئے اور یہ طے پایا کہ ورزش کے بعد یہ لوگ ہمارے جوانوں کے ساتھ کُشتی لڑیں گے، سب لوگوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ حاجی حسن صاحب ریفری بن جائیں گے اور آخر کار ورزش کے بعد کُشتی شروع ہوگئی۔

کل ملا کر ابھی تک چار میچ ہوئے جن میں سے دو ہمارے جوانوں نے اور دو انہوں نے جیتے، چونکہ برابر برابر ہوئے تو ساری نظریں اب پانچویں میچ پر ہی ٹکی ہوئی تھیں اور اسی وجہ سے ہلڑ ہنگامہ بھی ہونے لگا، وہ لوگ حاجی حسن صاحب پر چلا رہے تھے اور حاجی صاحب ان کے اس رویۂ پر کافی رنجیدہ ہو گئے تھے۔

میں نے معلوم کیا تو پتہ چلا آخری کُشتی ابراہیم اور ان کے ایک جوان کے درمیان ہونے والی ہے اور چونکہ وہ لوگ ابراہیم کو خوب اچھی طرح پہچانتے تھے لہٰذا انہیں یقین تھا کہ وہ ہار جائیں گے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہلڑ ہنگامہ شروع کیا تا کہ ہارنے کی صورت میں ساری تقصیر ریفری کے سر تھوپ سکیں!

سب لوگ غصے میں تھے کہ اتنے میں ابراہیم رنگ میں اترا اور لبوں پر اپنی حسین مسکراہٹ کے ساتھ سارے مہمان جوانوں سے ہاتھ ملایا اور اس طرح پھر سے سکون و اطمینان کا ماحول سارے مجمع پر چھا گیا۔

ابراہیم نے کہا: میں کشتی نہیں لڑوں گا!

سب نے تعجب سے پوچھا: کیوں؟!

ذرا سا ٹھہر کر نہایت پُرسکون لہجے میں کہا: ہماری دوستی اور رفاقت ان باتوں اور

کاموں سے کہیں بڑھ کراور قیمتی ہے!اس کے بعد حاجی حسن صاحب کے ہاتھ کو چومتے ہوئے ایک نعرہ صلوات دیا اور کُشتی کے اختتام کا اعلان کر دیا۔
شاید اس دن جیتنے اور ہارنے والا کوئی نہ تھا لیکن حقیقی جیت ابراہیم ہی کی تھی اور جب ہم لوگ کپڑے بدل کر نکلنے کی تیاری کر رہے تھے تو حاجی حسن صاحب نے ہم سب لوگوں کو بلایا اور کہا: اب تم لوگ سمجھے کہ میں ابراہیم کو کیوں" پہلوان" مانتا ہوں؟!
ہم سب لوگ خاموشی سے کھڑے سن رہے تھے،انہوں نے مزید کہا:
دیکھو عزیزو! پہلوانی اسی چیز کا نام ہے جو تم لوگوں نے آج اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ابراہیم نے آج اپنے نفس سے کشتی لڑ کر جیت حاصل کی ہے۔آج خدا کی خاطر ابراہیم نے ان کے ساتھ کشتی نہیں لڑی اور اس کام کے ذریعہ اس نے بغض وکینہ اور عداوت ودشمنی کے دروازے بند کر دیئے۔
جوانو! پہلوانی اسی چیز کو کہتے ہیں جس کا تم لوگوں نے آج اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔
ابھی ابراہیم کی پہلوانی کی داستانیں زبان زد عام تھیں کہ انقلاب اسلامی کی کامیابی کا واقعہ پیش آیا اور اکثر جوان لوگ انقلابی حالات اور اجتماعی مسائل میں مصروف ہوگئے اور اس کے نتیجہ میں روایتی ورزش میں ان کا آنا جانا بھی کم ہوگیا لہٰذا ابراہیم نے یہ تجویز دی کہ نماز صبح کو ہر روز پہلوان کلب ہی میں جماعت کے ساتھ پڑھا کریں گے اور اس کے بعد وہیں پر ورزش کیا کریں گے اور یہ بات سبھی لوگوں نے قبول کر لی۔
اس کے بعد سے ہم لوگ ہر روز پہلوان کلب میں جمع ہو کر اذان دیتے، نماز جماعت پڑھتے اور پھر ورزش شروع کرتے تھے، اس کے بعد مختصر سا ناشتہ کرکے اپنے اپنے کام پر چلے جاتے تھے۔
ابراہیم اس بات سے کافی خوش تھا کیونکہ اس طرح ایک تو سبھی لوگ ورزش میں آپاتے تھے اور دوسرے یہ کہ نماز صبح بھی جماعت سے پڑھی جا رہی تھی اور وہ پیغمبر اسلامؐ کی یہ حدیث روز دہراتا تھا کہ:
''اگر نماز صبح کو جماعت کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ رات بھر کی شب بیداری اور عبادت سے بڑھ کر اور زیادہ محبوب ہے۔''
ایرانپر عراقی حملے کے ساتھ ہی پہلوان کلب کی رونق دھیمی پڑ گئی اور اکثر جوان محاذ جنگ پر چلے گئے۔
اب ابراہیم بھی بہت کم تہران آیا کرتا تھا اور ایک مرتبہ وہ اپنا سارا ورزشی سامان جمع کرکے اپنے ساتھ لے گیا اور اسی جنگ زدہ علاقے میں اس نے اپنی روایتی ورزش کی بساط پھیلا دی۔
حاجی حسن صاحب کا پہلوان کلب، حقیقی پہلوانوں کی تربیت کرنے میں مشہور تھا، ابراہیم کے علاوہ اس کلب میں اور بھی کافی سارے جوانوں نے بارگاہ الٰہی میں اپنی پہلوانی کے جوہر دکھا دئے تھے، انہوں نے اپنے خون کے ذریعہ اپنے ایمان کی حفاظت کی اور یہی بات حقیقی پہلوان ہونے کی سب سے بڑی علامت ہے۔
حاجی حسن صاحب کے پہلوان کلب کا خوبصورت اور روحانی دور دفاع مقدس کے پہلے ہی چند برسوں میں اپنے اختتام کو پہنچا جب پہلوان کلب کے مرشد و مربی شہید حسن شہابی، بریگیڈیر شہید اصغر زنجیران (عمار بریگیڈ کے کمانڈر ان چیف)، شہید سید صالحی، شہید محمد شاہرودی، شہید علی خرم دل، شہید حسن زاہدی، شہید سید محمد سبحانی، شہید سید جواد مجد پور، شہید رضا پند، شہید حمداللہ مرادی، شہید رضا ھوریار، شہید مجید فریدوند، شہید قاسم کاظمی، شہید ابراہیم اور اسی طرح بہت سارے شہداء جامِ شہادت نوش کر گئے اور حاجی علی نصر اللہ، مصطفی ہرندی اور علی مقدم شدید زخمی ہو گئے اور خود حاجی حسن توکل صاحب بھی انتقال کر گئے اور آخر کار یہ پہلوان کلب مسمار ہو کر رہائشی بنگلے (فلیٹ) میں تبدیل ہو گیا اور اس طرح یادوں کے اوراق میں پیوست ہو گیا۔

***

یکنفری والیبال

(شہید کے بعض دوست)

ابراہیم کے مضبوط بازوؤں کو دیکھ کر ہائی اسکول کے شروع سے ہی لگتا تھا کہ وہ اکثر کھیلوں میں چمپئن بن جائے گا۔ورزش کے پیریڈوں میں وہ ہمیشہ والیبال کھیلتا رہتا تھا اور کوئی بھی جوان اس کا مقابلہ نہیں کر پاتا تھا۔
ایک مرتبہ اس نے اکیلے ہی ایک چھ نفری ٹیم کے ساتھ میچ کھیلا، اسے صرف تین بار گیند اچھالنے کی اجازت تھی اور ہم سبھی لوگ اپنے ٹیچر کے ساتھ مل کر اس کی جیت کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ اس دن کے بعد سے ابراہیم معمولاً یکنفری والیبال میچ ہی کھیلتا تھا۔ چھٹی کے اکثر دنوں میں ہم لوگ ''۱۷ شہریور'' نامی سڑک کے فائر اسٹیشن کے پیچھے کھیلا کرتے تھے اور بڑے بڑے دعویدار ابراہیم کا مقابلہ نہیں کر پاتے تھے۔
لیکن ابراہیم کی والیبال کا سب سے بہترین واقعہ گیلان غرب نامی شہر میں جنگ کے دوران کا ہے، جہاں والیبال کا ایک میدان تھا اور جس میں مجاہدین کھیلتے تھے۔ایک دن کچھ افراد چند مِنی بسوں پر سوار ہو کر گیلان غرب کے جنگی علاقوں کے دورے پر آئے جن کے سرپرست محکمۂ کھیل کود کے رئیس جناب داودی صاحب تھے، داوودی صاحب ہائی اسکول میں ابراہیم کے ورزش کے استاد رہ چکے تھے۔انہوں نے ابراہیم کو کچھ ورزشی سامان دیا اور کہا: جس طرح تم چاہو، استعمال کرو، اور پھر کہا: ہمارے ساتھ آئے ہوئے دوستان مختلف ورزشوں اور کھیلوں سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ لوگ یہاں کے دورے پر آئے ہوئے ہیں۔
جاری ہے

بڑھتے رہیں یونہی قدم